ماہنامہ

مجلۃ الحقیقہ

پاکستان

محرم سنہ ۱۴۲۳ھ مارچ 2002ء

پاکستان کا مطلب کیا!!!

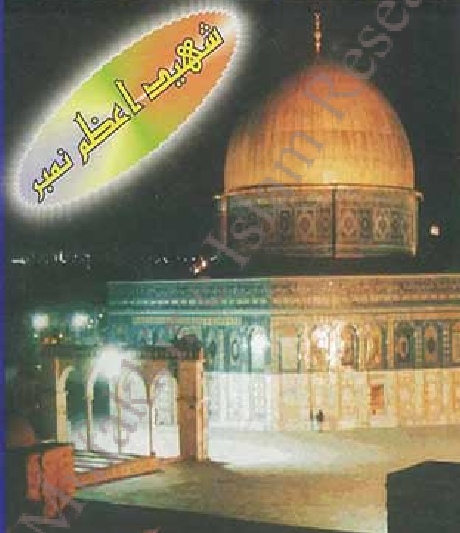
توحید اور محبوبان خدا کے کمالات

درس قرآن

معراج شہادت

۲۳ مارچ کا تاریخ ساز دن





حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ (سیرت و کردار)

حمد و نعت

پروفیسر محمد حسن آسی

خدا کو مان اے بندے خدا کے — نبی ﷺ کی مان، ان سے لو لگا کے
خدا کے واسطے پیش نظر رکھ! — وہ ازلی تذکرے قالوا بلیٰ کے
وہی خالق ،وہی رازق، وہی رب — سبھی محتاج ہیں اس کی عطا کے
وہی حاکم ،وہی ہے مالک الملک — سلیقے سیکھ ایمان و وفا کے
نہیں اس کے سوا معبود ومسجود — ہیں باطل سب مظاہر ماسوا کے
نہیں اس کے سوا موجود کچھ بھی — تو زیر تیغ لا رکھ سب کو لا کے
زمین وآسمان میں گونجتے ہیں — ازل سے زمزمے حمدو ثناء کے
تہ دل سے کہا اللہ اکبر — گئے طوفان اڑ جوروجفا کے
کرم فوراً ہوا جب بھی پکارا — وسیلے سے حبیب ﷺ کبریا کے
محمد ، احمد ومحمود ومحبوب — تعالیٰ اللہ ، اسماء مصطفی کے
کوئی جانے تو کیا جانے مدارج — امام مرسلین وانبیا ﷺ کے
کہاں سدرہ ، کہاں عرش معلیٰ — کہ وہ مہمان ہیں قصر دنی کے
جو ان سے دور وہ اللہ سے دور — جو ان کے ہیں وہی بندے خدا کے
خدا کی رحمتیں تم کو منائیں — ذرا دیکھو تو تم ان کو منا کے
نبھائے گی خدائی ساری تم سے — ذرا دیکھو تو تم ان سے نبھا کے
تمہارے گیت گائے گا زمانہ — ذرا دیکھو تو ان کے گیت گا کے
جو صدق دل سے دے ان کی دہائی — وہ سر احسان لے پھر کیوں دوا کے
کرم کا منتظر ہوں، مطمئن ہوں — نبی ﷺ کو حال غم اپنا سنا کے

مرا سب کچھ ہے آسی صدقہ شیخ
نہ کیوں لوں بوسے ان کی خاک پا کے

یاایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ۔ ۷۳)

ماہنامہ
مجلۃ الحقیقہ
پاکستان

محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مارچ 2002ء | جلد نمبر 2 | شمارہ نمبر 6

زیر سرپرستی
مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر **محمد حسین آسی** نقشبندی

عکس الحقیقہ

زرِ تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ چندہ -/100 روپے بذریعہ ڈاک -/124 روپے

یورپ (فی پرچہ)	1 پونڈ	سالانہ چندہ	10 پونڈ
یو ایس اے (فی پرچہ)	1.5 ڈالر	سالانہ چندہ	15 ڈالر
عرب ممالک (فی پرچہ)	3 ریال	سالانہ چندہ	30 ریال

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیرانِ اسلام نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ (نارووال) سے شائع کیا

اداریہ

کلمۃ الحقیقۃ

پروفیسر محمد حسین آسی

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس۔۶۲)

ترجمہ۔سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم (کنزالایمان)

اے قوم! کچھ تو قدر کر خون امام علی جدہ علیہ السلام کی

اف! یہ عیاشی کے ارمان، یہ فحاشی کے سامان، یہ فسق و فجور کے طوفان۔

ہائے توبہ! حکام، امریکہ کے غلام، امرا کی حرص کی تیغ آشام، علماء (عموماً) اقتدار کے بندگانِ بے دام، علم (زیادہ تر) ظلمت اوہام، سربازار غیرت وعفت کے نیلام، ہرسو امت مسلمہ کا قتل عام۔

صد حیف! افاقہ مستی میں جشن بہاراں، شہیدوں کی لاشوں پر بھائی رقصاں گویا ذلت وپستی کی انتہا پر بھی خوشیاں۔

افسوس! ذہن بگڑے ہوئے، فکر اجڑے ہوئے، حق پرستی کے جذبے بہے ہوئے سچ سچ بتاؤ کیا یہ ہے حضور خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کا اسلام؟ کیا اسی کو کہتے ہیں قرآنی نظام؟ کیا یہ ہے شہید کربلا رضی اللہ عنہ کا پیغام؟

آیئے! اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچیں، اس کا ذمہ دار کون ہے اور اسلام کے تن نازک سے جو لہو بہہ رہا ہے، اس کا الزام کس کے سر ہے؟۔حق یہ ہے کہ ہم سب مجرم ہیں، حاکم بھی اور محکوم بھی، داعی بھی اور رعایا بھی، پیر بھی اور مرید بھی، استاد بھی اور شاگرد بھی۔

آیئے دس محرم کو کفن باندھ کر حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہم کی سچی پیروی کا عزم کریں۔ بش پرستی، زر پرستی، نفس پرستی اور خود پرستی یعنی یزیدیت جس جس شکل میں بھی کہیں نظر آتی ہے، نکال باہر کریں۔کان لگا کر سنیئے! کربلا کا ذرہ ذرہ کس زور سے گونج رہا ہے۔

رکھ لاج کچھ تو نسبت خیر الانام ﷺ کی
اے قوم کچھ تو قدر کر خون امام رضی اللہ عنہ کی

اقوال زریں

﷽ خشوع وخضوع کا تعلق دل ہے نہ کہ ظاہری حالت سے۔

﷽ اگر میں ایسی حالت میں مر جاؤں کہ اپنی محنت سے روزی تلاش کرتا ہوں تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی راہ میں نمازی ہو کر مروں۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

﷽ سب سے اچھا عمل وہ ہے جسے بجالانے کیلئے تم اپنے نفس کو مجبور کردو۔

﷽ وہ قلیل عمل جسے تم بلاناغہ بجالاتے ہو، اس کثیر سے افضل ہے، جس سے تم اکتا جاؤ۔

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

﷽ دانائیوں میں اعلیٰ درجے کی دانائی تقویٰ ہے اور کمزوریوں میں سب سے بڑی بداخلاقی اور بد اعمالی ہے۔

﷽ مقدر پر راضی ہو جاؤ، غنی ہو جاؤ گے۔

(حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ)

﷽ جب تم جان لو کہ تم حق پر ہو تو پھر نہ جان کی پرواہ کرو اور نہ مال کی۔

﷽ اگر جسموں کیلئے موت ہی مقدر ہے تو انسانوں کو راہ خدا میں شہید ہونا بہتر ہے۔

(حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)

﷽ توبہ زبان سے نہیں بلکہ عمل سے ہوتی ہے۔

﷽ دنیا و آخرت میں نیک بخت وہ ہے جو خوش ہو تو باطل پر نہ ہو اور اگر غضب ناک ہو تو اس کا غصہ اسے حق سے باہر نہ کردے۔

(حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ)

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

پروفیسر محمد حسین آسی

ان چند آیات پر پھر غور فرمایئے، کتنے وضاحت سے قرآن حکیم نے اس عقیدے کو نکھار کر بیان کیا ہے کہ اللہ اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اور تم بے روک ٹوک ان کا ذکر اکٹھا کر سکتے ہو۔ ان کا ذکر اکٹھا کرنا توحید کے منافی نہیں بلکہ ایمان کا بنیادی تقاضا ہے اور خود اللہ کی سنت ہے۔

آیئے پھر ان سوالوں کی طرف جن کا جواب یہ آیت مقدسہ دے رہی ہیں۔ بات کو نہایت آسان کرنے کیلئے ہم ایک ایک سوال لیتے ہیں اور ان آیتوں سے جواب مانگتے ہیں۔

۱۔ حاکم کون؟: جواب ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ

۲۔ دینے والا کون؟: جواب ہے اللہ اور رسول ﷺ

۳۔ مالک کون؟: جواب ہے اللہ اور رسول ﷺ

اسی قسم کے مختلف سوالات ذہن میں رکھئے اور قرآن پاک کی آیات مبارکہ دیکھتے جایئے۔ بار بار یہی جواب ملے گا اللہ اور رسول ﷺ ظاہر ہے یہ جواب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرما رہا ہے۔

احادیثِ مقدسہ کا مطالعہ کیجئے وہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ پہلے روایات کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ ورب متخوض فیما شاءت نفسہ من مال اللہ ورسولہ لیس لہ یوم القیمۃ الا النار۔

(احمد ترمذی، بیہقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

ترجمہ۔ اور بہت سے لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مال سے اپنی نفس کی خواہشوں میں ڈوبنے والے ہیں جن کیلئے قیامت میں آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

۲۔ اعلموا ان الارض للہ ولرسولہ

(بخاری، باب اخراج الیہود)

ترجمہ۔ جان لو کہ زمین کے مالک اللہ اور رسول ﷺ ہیں

۳۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں کا ذکر کیا تو والی دو جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ھم الی اللہ والی رسولہ۔ (الامن والعلی بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ۔ وہ (بچے) اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہیں۔

۴۔ دجال ملعون کا ذکر کر کے خوشخبری دی کہ

فاللہ کافیکم ورسولہ (طبرانی کبیر)

ترجمہ۔ تو اللہ تمہیں کافی ہے اور اس کا رسول ﷺ

۵۔ اللہ ورسولہ مولیٰ من لامولیٰ لہ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ۔ جس کا کوئی نگہبان نہ ہو، اللہ اور رسول اس کے نگہبان ہیں

ان چند احادیث مقدسہ کو بھی سامنے رکھئے اور نتیجہ اخذ کیجئے، بالکل ظاہر ہے۔

مال کس کا؟	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا
زمین کس کی؟	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی
بچے کس کے سپرد؟	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے
کافی کون؟	اللہ اور اس کے رسول ﷺ
نگہبان کون؟	اللہ اور اس کے رسول ﷺ

ان عقائد اور تصورات کو شرکیہ کہنا اگر دھاندلی نہیں تو کیا ہے۔ اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے بارے میں یہی اعتقاد تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رگ و ریشہ میں سما چکا تھا اور وہ اُٹھتے

بیٹھتے اللہ کے ساتھ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ علم کی بات آتی تو کہتے

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

ترجمہ۔ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ جملہ تو سینکڑوں بار احادیث صحاح ستہ میں موجود ہے۔

ملکیت کا ذکر آتا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کو ہی مالک کہتے چنانچہ ایک بار انصار مدینہ نے نہایت ادب و عجز کے ساتھ بارگاہ رسالت میں عرض کی۔

اَمْوَالُنَا وَمَافِیْ اَیْدِیْنَا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

(الامن والعلی بحوالہ ابی حاتم وغیرہ)

ترجمہ۔ ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے، سب اللہ ورسول ﷺ کا ہے۔

فضل واحسان کا تذکرہ چھڑتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمَنُّ وَاَفْضَلُ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فضل واحسان سب سے زیادہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامہ بن عمیر اسلمی (صحابی) رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کو حق مہر دینے کیلئے میرے پاس کچھ نہ تھا۔

فَقُلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (الامن والعلی بحوالہ امام محمد بن عمر)

ترجمہ۔ تو میں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول پر ہی بھروسا ہے۔

(روایت کے باقی حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے کام بنادیا)

صدقہ دیتے تو یوں کہتے (مثلاً حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا)

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِیْ صَدَقَۃً اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بخاری، مسلم)

ترجمہ۔ یارسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اس کے رسول کیلئے صدقہ کرکے (ﷺ)

توبہ کا انداز دیکھئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تصویر دار قالین خریدنے پر حضور پرنور ﷺ کے چہرہ انور میں ناراضی کا اثر پایا تو بولیں۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ

(صحیح بخاری، مسلم)

ترجمہ۔ یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف اپنی خطاء سے توبہ کرتی ہوں۔

یونہی چالیس صحابہ کرام بشمول حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہم قدر وجبر میں بحث کر رہے تھے تو حضور پرنور ﷺ بڑے جلالی انداز میں اُن کی طرف تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی طرف (عاجزی سے) کلائیاں کھولے ہاتھ تھر تھر کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض گزار ہوئے۔

تُبْنَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (طبرانی)

ترجمہ۔ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کی

ہمارے زمانے میں بھی اہل ایمان کا یہی روزمرہ ہے، اللہ نبی وارث، اللہ نبی جانے ﷺ، اللہ نبی کا سہارا ہے، اللہ نبی پر بھروسہ ہے، اللہ نبی کا کرم ہے، اللہ نبی کی رحمت سے کام بن جائے گا، اللہ نبی نے بچالیا، اور یہ طرز گفتگو ہے جس کی ابتدا قرآن پاک سے ہوئی، جسے اللہ کے رسول نے سکھایا (یا کہہ سکتے ہیں جسے اللہ نبی نے سکھایا) اور جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنایا، تابعین اور پھر تبع تابعین کے ذریعے باقی امت تک پہنچایا۔

قرآن حکیم کا غوروفکر سے مطالعہ کریں تو رسول کے بارے میں ایک اور تصور بھی بڑے دوٹوک انداز میں ابھرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ بندے کا تعلق اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کا

تعلق پہلے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو۔ مثلاً قرآن پاک نے بار بار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا سبق دیا ہے۔ اب ایک شخص اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا چاہتا ہے تو کیسے کرے اور اُسے کیونکر یہ اطمینان حاصل ہو کہ واقعی وہ اللہ کی ہی اطاعت کر رہا ہے۔ اس کا حل قرآن پاک نے یہی بتایا کہ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ (النساء۔ ۸۰)

ترجمہ۔ جس نے رسول کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

گو رب رب ہے، رسول رسول ہے، مگر فرمانبرداری دونوں کی ایک ہے چنانچہ اگر کوئی خوش نصیب رسول کی اطاعت کر رہا ہے تو اُسے مطمئن رہنا چاہیئے کہ یہی اللہ کی اطاعت ہے۔ اُسے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ میں تو رسول کی اطاعت ہی میں مشغول ہوں، خدا کی اطاعت کا دعویٰ کیونکر روا ہوگا، نہیں نہیں حاکم اگرچہ دو ہیں مگر حکم دونوں کا ایک ہے۔ ہاں ہاں سب سے بڑا حاکم اگرچہ اللہ ہے مگر اس کے بعد سب سے بڑا حاکم یقیناً وہی ہے جس کا حکم اللہ کا حکم ہے اور جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ قرآن پاک کے اس طرز بیان سے کیا یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ خدا کو دراصل وہی حاکم مانتا ہے جو اس کے پیارے رسول ﷺ کو حاکم مانتا ہے اور جو بدنصیب اللہ کے رسول ﷺ کی حکومت واطاعت کا منکر ہے، وہ توحید اور اللہ کی حاکمیت پر ایمان رکھنے کا لاکھ دعویٰ کرے، جھوٹا ہے، عیسائی راہبوں، یہودی عابدوں اور ہندو سادھوؤں کی تپسیا، ریاضت، مجاہدہ شب بیداری کیوں مقبول نہیں، حالانکہ اپنے اپنے رنگ میں وہ سب اللہ کو ہی راضی کرنا چاہتے ہیں، اُسی کی فرمانبرداری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اُس کی محبت کا دم بھرتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ رسول کی رسالت کو مانتے ہیں اور نہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر انہیں اللہ سے سچی محبت ہوتی اور اُسے راضی کرنا چاہتے تو وہ اس کے رسول ﷺ کے غلام بن جائے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (آل عمران۔ ۳۱)

ترجمہ۔ (اے محبوب) تم فرمادو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔

حضور انور ﷺ کے بارے میں قرآن پاک یہی تصور یا عقیدہ دینا چاہتا ہے کہ ان کی فرمانبرداری ہی اللہ کی فرمانبرداری ہے اور حق یہ ہے کہ کسی ایک حکم میں بھی حضور پرنور ﷺ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ممکن نہیں مثلاً نماز ہی کو لے لیجیے جو سب سے بڑا فرض ہے۔ قرآن پاک میں صلوٰۃ قائم رکھنے کی تاکید ہے۔ اب صلوٰۃ سے مراد کیا ہے، سارا قرآن پاک پڑھ جائیں، وضاحت نہیں ہو سکتی اور قرآن پاک کی مراد معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ ہیں جو مہبطِ قرآن بھی (یعنی جن پر قرآن پاک نازل ہوا) اور معلم قرآن پاک بھی (یعنی قرآن پاک سکھانے والے بھی) اب اگر کوئی شخص حضور پرنور ﷺ کے حکم کی روشنی میں نماز کے فرائض وواجبات وغیرہ ادا کرتا ہے تو گویا اللہ کے حکم اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم رکھو) کی تعمیل کر رہا ہے، ورنہ اپنی رائے سے یا کسی اور کی رائے سے صلوٰۃ سے جو بھی مراد لے گا اور سنتِ نبویہ سے بے نیاز ہو کر اس حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش کرے گا، مردود ہوگی۔ بلکہ حضور پرنور ﷺ کی چوکھٹ سے ہٹ کر اس کی یہ سوچ ہی کفریہ ہوگی۔ یونہی باقی ارکانِ اسلام اور دیگر مسائل میں بھی اُسے بہر حال اللہ جل جلالہ کے پیارے رسول ﷺ کا محتاج اور نیاز مند ہونا ہی پڑے گا۔ ورنہ لاکھ اہل قرآن کہلانے کے باوجود وہ نا اہل قرآن ہی ہوگا اور خدا کا دشمن وباغی تصور ہوگا۔

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے حضور پرنور ﷺ نے اپنے خداداد علم اور اختیار کے ساتھ مثلاً نماز فجر کے فرض دو رکھے اور ظہر کے چار، اگر اب کوئی شخص حضور پرنور ﷺ کی تعلیم کے خلاف فجر کو چار اور ظہر کو دو فرض پڑھ لے تو کیا اُس حکم خداوندی کے مطابق نماز ادا کرلی، ہرگز نہیں یا وہ یہ سمجھے کہ فجر کے دو فرض کم ہیں، تین ہونے چاہیئے یا ظہر کے پانچ فرض پڑھوں گا تو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ پانچ رکعتوں میں

چار کے مقابلے ہر رکن یعنی قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ زیادہ ہے اور لا محالہ زیادہ عبادت سے معبود زیادہ راضی ہوگا مگر اس کی اس سوچ کو قرآنی نہیں کہا جاسکتا، شیطانی کہا جاسکتا ہے۔ یہ سوچ قرآنی اس لئے نہیں کہ قرآن پاک تو اپنے حبیب کریم ﷺ کی اطاعت ہی کو اللہ کی اطاعت قرار دیتا ہے اور اُسی عبادت کو مقبول قرار دیتا ہے جو اس کے حبیب پاک ﷺ کی اطاعت واتباع میں کی جائے۔ اور مخالف کی یہ سوچ شیطانی اس لئے ہے کہ وہ شیطان کی طرح وسیلہ نبوت کا قائل نہیں ہے۔ ہاں ہاں قرآن پاک کا حضور ﷺ پر نازل ہونا اور آپ ﷺ کے ذریعے باقی انسانوں تک پہنچنا بھی اسی لئے ہے کہ حضور پرنور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ساری انسانیت کا وسیلہ ہیں اور قرآن پاک کے احکام کا حضور پرنور ﷺ کی تعلیم کے بغیر سمجھ سے بالاتر ہونا بھی اسی لئے ہے کہ اللہ کے یہ پیارے رسول ﷺ ہی عبادات واطاعت خداوندی بجالانے میں سب کا وسیلہ ہیں۔ اب جو شخص حضور پرنور کے واسطے کا قائل ہی نہیں، وہ حضور پر اترا ہوا اور حضور ﷺ کے واسطے سے ملا ہوا قرآن پاک پڑھتا ہے تو محض دھوکا دینے کیلئے، ورنہ اس کا اللہ کی پاک کتاب کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اگر قرآن پاک کی تشریح وتفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے تو بھی ناحق کرتا ہے اور ظلم کا مرتکب ہوتا ہے۔ تفسیر وتشریح کا یہ حق اصولی طور پر محض اللہ کے پیارے رسول ﷺ کیلئے مخصوص ہے کہ وہ مہبط قرآن بھی اور معلم قرآن بھی۔

یہ سیدھی سادی باتیں ہیں، حدیث کے منکرین اگر انہیں نہ سمجھ سکیں تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ منصب رسالت کے باغی ہیں اور اسلام کے نظام عقیدہ وعمل پر انہیں اعتماد نہیں مگر افسوس دور حاضر میں اہل حدیث کہلانے والے لوگ حدیث کی حجیت کا اقرار کرتے ہوئے بھی حضور ﷺ کے واسطہ وسیلہ کے منکر ہوں تو کتنے تعجب کی بات ہے۔

یاد رکھیں! اللہ کی اطاعت غیر مشروط ہے، اسی طرح اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت بھی غیر مشروط ہے بلکہ اوپر کی روشنی میں یہ اصل میں ایک ہی اطاعت ہے یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہی اللہ کی فرمانبرداری ہے۔ ان دو یا اصل میں ایک اطاعت کے سوا باقی سب کی اطاعت مشروط ہے۔ یعنی اگر دوسروں کا حکم خواہ وہ حکومت کے سربراہ ہوں، استاد ہوں، والدین ہوں، یا کوئی ہوں، اس پر عمل کرنا اسی صورت میں ضروری ہوگا جب ان کا حکم اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو۔ اگر معاذ اللہ ان کا حکم خلاف ہوا تو ٹھکرا دینے کے قابل ہوگا۔

اب یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کے غیر مشروط ہونے کا کیا مفہوم ہے سوجان لیجئے حضور پرنور ﷺ جس کسی کو جو حکم بھی دیتے ہیں، اُسے من وعن اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور اُسے یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ میرے لئے قرآن پاک کا یہی حکم ہے۔ عمل کرنے والا جب حضور پرنور ﷺ کے حکم پر عمل کر رہا ہوگا تو اس کے وہم وگمان کے کسی گوشے میں بھی یہ وسوسہ پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ شاید حضور ﷺ کا اپنا حکم ہے، اللہ کا (حکم) نہیں۔ اُسے قرآن پاک کے اس حکم پر دوٹوک ایمان رکھنا چاہیئے کہ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ. (النسآء۔ ۸۰)

ترجمہ۔ جس نے رسول کا حکم مانا، بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

کہ رسول کی یہ اطاعت عین اطاعت خداوندی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک گواہی کو دوسروں کی گواہی سے دگنی حیثیت دے دی۔ اب اگر وہ اکیلے کسی کے حق میں گواہی دیں تو حاکم کو دوسرے گواہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ (کہ بظاہر قرآن پاک کی رُو سے دو گواہ ہونے چاہئیں) بلکہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت خزیمہ تشریف لائے ہیں تو دو گواہ ہی آئے ہیں۔ اور حاکم حضور پُرنور کی اطاعت کرکے اللہ ہی کی اطاعت کر رہا ہے۔

(جاری ہے)

درس قرآن

معراج شہادت

غلام مصطفی مجددی (ایم۔اے اسلامیات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدائے رحمان جل جلالہ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! مدد طلب کرو صبر اور نماز سے، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور نہ کہو انہیں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ تو زندہ ہیں، لیکن تمہیں شعور نہیں۔ اور ہم ضرور آزمائیں گے، تمہیں کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف، بھوک، اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں، اور صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے۔ وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی جانب پلٹنے والے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی نوازشات اور رحمت ہوتی ہے، اور وہی لوگ ہدایت والے ہیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷)

اشارات

❁ ایمان والوں کو صبر وصلوۃ سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں کیا ہیں؟ ظاہر ہے غیر خدا ہیں، پھر ان سے ''استعانت'' کے کیا معنی؟ کیا اس طرح ایمان والے کہیں شرکت والے تو نہیں ہو جائیں گے۔ جو جواب صبر وصلوۃ کے بارے میں ہوگا وہی جواب محبوبان خدا کے بارے میں ہوگا۔

❁ جس طرح ''اچھے اعمال'' انسان کی امداد کرتے ہیں اس طرح ''اچھے افراد'' بھی انسان کی امداد کرتے ہیں، اور یہ امداد 'امداد خداد' کی مظہر ہوا کرتی ہے۔

❁ اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے، یہ معیت خصوصی ہے، یعنی تائید ونصرت کی معیت، اس معیت کی کیفیت کو عارف ہی جانتے ہیں۔

❁ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے خوش نصیب لوگ کتاب وسنت کی معروف اصطلاح میں شہید کہلائے ہیں۔

❁ غزوہ بدر میں شہید ہونے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ تو مر گئے، دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے محروم ہو گئے۔ اس پر اللہ کریم نے فرمایا، خبردار، انہیں مردہ نہ کہو، وہ بالکل زندہ، جاوید ہیں، تم ہی اُن کی حیات ابدی سے نا آشنا ہو۔

❁ ایک اور مقام پر فرمایا: ''اللہ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو، وہ یقیناً زندہ ہیں، اپنے رب کی بارگاہ سے رزق حاصل کرتے ہیں'' (سورۃ آل عمران آیت۔۱۶۹)

❁ شہید زندہ ہے، علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ سلف صالحین کی اکثریت کا یہی عقیدہ ہے کہ شہیدوں کی زندگی، روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ زندگی روحانی ہے، مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

❁ علامہ ثناء اللہ مظہری علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ شہیدوں کی روحوں کو جسموں کی طاقت عطا فرماتا ہے، پس وہ زمین اور آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں، وینصرون اولیاء ھم ویدمرون اعداء ھم ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

❁ علامہ قرطبی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے، شہیدوں کی

ت ایک اٹل حقیقت ہے۔ بے شک زمین نبیوں، شہیدوں،
موں، ثواب کیلئے اذان دینے والوں اور قرآن کے حافظوں کے
م نہیں کھا سکتی۔ (تفسیر قرطبی)

❁ علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے"
یتہ اس زندگی کی حقیقت ہمارے فہم وادراک سے ماوراء ہے، اور کسی
یز کا ہمارے فہم کی رسائی سے بالاتر ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل
نہیں۔ روح کی ماہیت آج تک سرِ مکتوم ہے۔ اس کو نہ سمجھ سکنا اس
کے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہم شہدا کو زندہ یقین کرتے ہیں کیونکہ
ہمارے رب نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں، ہم اُن کو مردہ نہیں کہتے،
ہم انہیں مردہ خیال بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارے رب نے انہیں
مردہ کہنے اور مردہ خیال کرنے سے تاکیداً منع فرمایا ہے، ہمارے
رب کا ہر ارشاد حق ہے"۔ (ضیاء القرآن، آل عمران)

❁ جب شہیدوں کی "حیات برزخی" اتنی مسلمہ ہے تو اُن
سے زیادہ مقام والے صدیقوں اور نبیوں، رسولوں کی "حیات برزخی"
کا کیا عالم ہوگا؟ حیات انبیاء کو تسلیم کرنے میں نجانے کونسی رکاوٹ ہے
؟ اہل تسلیم کیلئے ہر جہان میں ایک انوکھا مقام منتظر رہتا ہے۔

❁ جو جہاد اصغر میں مارا جائے تو وہ زندہ ہے اور جو جہاد
اکبر یعنی اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے مارا جائے وہ کیوں زندہ
نہیں؟ ماننا پڑے گا کہ سب اہل مجاہدہ شہیدان وفا ہیں اور زندہ ہیں۔

❁ حیات بزرگان اُمت اور حیات شہیدان ملت کے
ہزاروں آثار و واقعات موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا، جب
تمہارے بھائی غزوہ اُحد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُنکی روحوں
کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے وہ جنتی نہروں پر سیاحت
کرتے ہیں، جنتی پھل کھاتے ہیں، عرش کے نیچے معلق طلائی قندیلوں
میں قیام کرتے ہیں۔ جب اُنہوں نے کھانے پینے اور رہنے کی بہار
دیکھی تو کہنے لگے کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر کرے گا کہ ہم جنت
میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبت نہ ہو جائیں اور جنگ سے
بیٹھ نہ جائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اُن کو خبر دوں گا۔

❁ غزوہ اُحد کے بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت
عبداللہ بن جبیر کی قبر مبارک کھل گئی تو ان کے پاک جسم بالکل تر و تازہ تھے،

❁ تیرہ سو سال کے بعد عراق میں حضرت عبداللہ بن جابر
اور دیگر شہدا اسلام کے مزارات کھل گئے تو ان کے اجسام طاہرہ بالکل
سلامت تھے، ہزاروں افراد نے اسلام کا یہ معجزہ کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

❁ مسلمان کے راستے میں مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی
کے امتحانات آسکتے ہیں، لیکن وہ اپنے رب کریم پر بھروسا کرتا ہے۔ اور
صبر کی برکت سے دنیوی واُخروی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے، دنیا
کی بھوک اور خوف اُسے راہ حق سے نہیں ہٹا سکتے۔

❁ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ڈرایا دھمکایا
گیا، بھوکے پیاسے رکھا گیا، مالوں اور جانوں سے دور کر دیا گیا، شہر
محبوب کی بہاروں سے جدا کیا گیا۔ راہ کرب وبلا کے مسافر کو سب
امتحان ایک ہی بار درپیش ہوئے، آفرین ہے، زہرا کے لخت
جگر، مرتضیٰ کے نور نظر نے صبر واستقامت کے عظیم مظاہرے سے
شہادت کی معراج حاصل کرلی۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

❁ کتنا خوبصورت انعام ہے، شہادت سے پہلے ہی
بشارت سنا دی گئی، حسن اور حُسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں یہ
فرمان مصطفیٰ بشر الصابرین کی کتنی پیاری تفسیر ہے۔

❁ مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے
، کیونکہ اُسے اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازشوں و رحمتوں پر یقین کامل ہوتا
ہے، اور وہ ہدایت کے اس اہم تقاضے کو جانتا ہے، اناللہ وانا الیہ
راجعون کا دلکش منظر بھی اُسوہ شبیر میں چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔
شہادت حُسین ہر اعتبار سے معراج شہادت ہے۔

درس حدیث

سرتاج شہادت

غلام مصطفی مجددی (ایم۔ اے اسلامیات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول ذیشان ﷺ نے فرمایا

✿ "حسن اور حسین دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں"

(بخاری شریف)

✿ "حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں"

(ترمذی شریف)

✿ "یہ میرے دونوں بیٹے میری بیٹی کے شہزادے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما اور جو آدمی ان سے محبت کرے (ان کی محبت کے طفیل) اس سے بھی محبت فرما"

(ترمذی شریف)

✿ حضور پرنور ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے "میرے پاس بچوں کو بلاؤ، پھر ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ لپٹا لیتے"۔

(ترمذی شریف)

✿ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت کرے، جو حسین سے محبت کرے" (ترمذی شریف)

✿ "میرے پاس جبریل امین آئے اور مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی، میں نے کہا اس کو، فرمایا ہاں، اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی بھی لائے" (بیہقی شریف)

✿ "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے حضور پرنور ﷺ کو عالم خواب میں دیکھا، گیسوئے مبارک پریشان تھے، دست مبارک میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا، میں نے کہا، میرے والدین حضور پر قربان، یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں اس خون کو اٹھاتا رہا، میں نے خیال کیا کہ یہ حضرت امام کی شہادت کا وقت تھا۔

(بیہقی شریف)

اشارات

✿ ان تمام احادیث نبویہ میں سرتاج شہادت، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر حسین دراصل سنت رسول ہے۔

✿ حضرت امام اور ان کے برادر اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما باغ رسالت کے برگ وگل ہیں جن کے وجود مسعود سے رسالت وہدایت کی خوشبوئیں بکھر کر جہان ہستی کو معطر کر رہی ہیں۔ ایمان وعرفان کی مہک حاصل کرنے کیلئے ان شہزادوں کی غلامی شرط اول ہے۔

✿ یہ شہزادے جنت کے سردار ہیں گویا جنت ان کی جاگیر ہے۔ جنت اور مغفرت انہی کے قدموں کی خیرات ہے۔

✿ اللہ تعالیٰ کی محبت ہر انسان کی منزل مقصود ہے۔ تخلیق کائنات کے مقصد میں یہی جذبہ کارفرما ہے، لیکن اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ حدیث مبارک کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان شہزادوں کی محبت ہی حقیقت میں ان کے نانا حضور کی محبت ہے اور ان کی محبت ہی حقیقت میں اللہ رب العزت کی محبت ہے۔ ان کا محب صادق اللہ کا محبوب کامل بن جاتا ہے۔

✿ ان شہزادوں سے حضور محبوب کل، جان رسل ﷺ کو کتنا پیار ہے، کبھی ان کو سونگھتے ہیں، کبھی ان کو چومتے ہیں اور کبھی ان کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہیں۔ ان کو شہید کرنے والے حضور ﷺ کو ایذا،

دینے والے ہیں۔ اور دو جہان کی لعنت و زحمت کے مستحق ہیں۔

✿ یہ شہزادے حسنِ مصطفیٰ کا عکس جمیل ہیں۔

✿ یہاں علم مصطفیٰ کا ظہور ہے، علم فرد اور علم موت علوم خمسہ میں شامل ہے، یہ علوم ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہاں وہ اپنے فضل سے اپنے محبوب پاک یا ان کے کسی ماننے والے کو ان علوم پر آگاہ کر دے تو یہ شرک نہیں۔ حضور ﷺ کو عطائی علم حاصل تھا کہ حضرت امام کرب وبلا کے میدان میں شہید ہوں گے۔ اور ان کے ساتھیوں پر یہ قیامتیں ٹوٹیں گی، حدیث پاک یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ حضور ﷺ ذائقہ موت چکھنے کے بعد زندہ جاوید ہیں اور جہاں چاہتے ہیں حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔ اپنوں کے دکھوں کو محسوس فرماتے ہیں اور انہیں اپنی رحمتوں سے مالا مال کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، کا یہی عقیدہ ہے، کسی معتبر اور صحیح العقیدہ عالم نے اس عقیدے کا انکار نہیں کیا۔ تمام اُمت اس پر متفق ہے۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

❁ ملاحظہ فرمائیں! بقیہ مضمون ۲۳ مارچ کا تاریخ ساز دن ❁

میں نے کلکتہ میں حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر کچلو سے بھی بات کی ہے۔ حکیم اجمل خاں سے بہتر شاید ہی کوئی مسلمان ہندوستان میں ہو۔ کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف بھی جا سکتا ہے؟ مجھے اُمید ہے کہ قرآنی قانون کے متعلق میرا مطالعہ صحیح ہے۔ ہندو اور مسلمان دو مختلف مذاہب، مختلف فلسفوں، مختلف سماجی رسوم و رواج اور مختلف ادبیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ نہ آپس میں شادی بیاہ کر سکتے ہیں نہ اکٹھے کھا پی سکتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان کا تعلق دو مختلف تہذیبوں سے ہے۔ یہ تہذیبیں متصادم تصورات پر مبنی ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو مختلف ہے۔ وہ تاریخ کے مختلف ذرائع سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ان کے روزانہ کے معرکے الگ، ان کے ہیرو الگ، واقعات الگ، ایک کی فتح دوسرے کی شکست کو ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن قرار پاتا ہے۔ ایسی دو قوموں کو ایک ہی ریاست میں جکڑ دینا جس میں ایک کو اقلیت اور دوسری کو اکثریت حاصل ہو بے چینی اور تباہی کا موجب ہوگا۔

قائد اعظم نے فرمایا کہ قوم کی کوئی بھی تعریف کی جائے مسلمان ہر لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ ان کا اپنا گھر، اپنا علاقہ اور اپنی ریاست ہونی چاہیے۔ ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ امن و آشتی سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لوگ اپنی صلاحیتوں کے مطابق بھرپور روحانی، ثقافتی، اقتصادی، سماجی اور سیاسی ترقی کریں۔ انہوں نے ان الفاظ پر اپنی تقریر ختم کی ---

''اسلام کے بچے شیدائیوں کی طرح آگے بڑھیں اور اقتصادی، سماجی، سیاسی اور تعلیمی طور پر لوگوں کو منظم کریں۔ مجھے یقین ہے کہ تم ایک ایسی قوت بن کر ابھرو گے جسے ہر کوئی تسلیم کرے گا''۔

بعد میں ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کے سانحہ پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا اور پولیس اور خاکساروں کے درمیان تصادم کے نتیجے میں شہید ہونے والے خاکسار شہداء کے لواحقین سے اظہار ہمدردی کیا گیا اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا۔ نیز مطالبہ کیا گیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو خاکسار تنظیم کو غیر قانونی قرار دینے کا فیصلہ واپس لیا جائے۔

جلسے کے آخر میں وہ تاریخی قرارداد منظور کی گئی جسے قرارداد پاکستان کہا جاتا ہے۔

سبحٰنہ وتعالیٰ

آل رسول کی عظمت و محبت

مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کے افکار و نظریات کی روشنی میں مہکتی ہوئی تحریر

غلام مصطفی مجددی (ایم ۔ اے اسلامیات)

ہم اہل ایمان ہیں ---- اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں ---- جس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کو پیار ہے ---- ہمیں بھی اس سے پیار ہے ---- قرآن سے، اسلام سے ---- مکہ مکرمہ سے ---- مدینہ منورہ سے ---- صحابہ کرام سے ---- آل اطہار سے ---- ہم سب سے عقیدت رکھتے ہیں ---- ہم سب پہ جان وارتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آل اطہار کو لیجئے، ہمارے پروردگار نے فرمایا ہے۔

"قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی" یعنی اے محبوب فرما دیجئے میں تم سے کچھ نہیں مانگتا، اتنا ضرور کہتا ہوں کہ میرے قریبیوں سے محبت کرو" (۱)

ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "اربعة انا لهم شفیع یوم القیامة ولو اتو بذنوب اهل الارض المکرم لذریتی والقاضی حوائجهم والساعی فی امورهم والمحب لهم بلسانه وقلبه یعنی چار ہیں قیامت کے دن میں جن کی شفاعت کروں گا اگرچہ وہ تمام اہل زمین کے گناہوں جتنے گناہ لے کر آئیں، میری آل کی تکریم کرنے والا، ان کی حاجات پوری کرنے والا، ان کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والا، زبان اور دل سے ان کو چاہنے والا" (۲)

"احبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی" یعنی مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے" (۳)

"معرفة آل محمد براة من النار وحب آل محمد جواز علی الصراط والولایة لآل محمد امان من العذاب" "آل اطہار کی معرفت دوزخ سے رہائی کا پروانہ، محبت، صراط کی سند اور دوستی عذاب حشر سے امان کی دلیل ہے" (۴)

اللہ اللہ، سب ایمان والوں نے اپنے محبوب کی وجہ سے اپنے محبوب کی اولاد کو اپنی اولاد سے محبوب تر رکھا ---- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصل من قرابتی، خدا کی قسم میں اپنے قریبیوں سے زیادہ حضور کے اہل بیت کو عزیز رکھتا ہوں۔ (۵)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر عبد اللہ کی نسبت حسنین کریمین کو دگنا مال غنیمت دیا۔ (۶)

اور ایک دفعہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا انت احق بالاذن منه وهل انبت الشعر فی الراس بعد الله الا انتم یعنی اللہ کے بعد تمہاری برکت سے ہمیں یہ عزت و عظمت عطا ہوئی ہے۔ (۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے پائے اقدس اپنے کپڑے سے پونچھے اور کہا اللہ کی قسم جتنے آپ کے

فضائل میں جانتا ہوں، لوگ جان لیں تو آپ کو کندھوں پر اٹھاتے پھریں۔(۸)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے آل اطہار کے فرد واحد حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''حضور آپ کو کوئی ضرورت ہو تو آپ کسی کو بھیج دیا کریں مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ آپ میرے دردولت پر کسی ضرورت کی وجہ سے کھڑے ہوں''(۹)

سراج الامہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ افراد آل نبوت کے احترام میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے، ایک سیدزادے کی تعظیم کیلئے آپ نے بار بار کھڑے ہونا باعث سعادت سمجھا۔(۱۰)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزله
یکفیکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوة له
ان کان رفضا حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافض

یعنی اے اہل بیت! تمہاری محبت کو اللہ نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے، تمہاری شان کیلئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر آل پاک کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دو جہاں گواہ رہیں میں رافضی ہوں۔(۱۱)

برصغیر میں اہل تشیع نے محبت آل رسول کی آڑ میں اپنے ایمان سوز عقائد ونظریات کی تبلیغ شروع کی تو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اہل سنت وجماعت کے دیرینہ عمل کے مطابق محبت آل رسول کا صحیح رخ پیش کیا۔

آپ نے فرمایا

✿ سادات کثیر برکات کی پاک درگاہ دین ودنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی جزئیت یعنی جزو اور اولاد ہونے کے باعث اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہو سکے، ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارہ میں جرأت کرتا ہے، بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے، اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے، اللهم جعلنا من محبهم بحرمة سید المرسلین علیه الصلوٰة والسلام۔(۱۲)

✿ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کے باعث مجھ سے محبت رکھو اور مجھ سے محبت رکھنے کے باعث میرے اہل بیت سے محبت رکھو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبے کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے تم میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے دور ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔ (رواہ احمد)(۱۳)

✿ پس رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے محب اہل سنت وجماعت ہیں، حقیقت میں اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں نہ کہ شیعہ جو اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گروہ اہل بیت کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یعنی شیعہ اہل بیت کی محبت پر کفایت کریں اور دوسروں سے تبریٰ نہ کریں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کی عزت وتوقیر کریں اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کریں تو اہل سنت وجماعت میں داخل ہوں گے۔ اور خارجیوں اور رافضیوں سے باہر ہو جائیں گے۔ کیونکہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خروج ہے اور اصحاب سے تبریٰ کرنا رفض اور اہل بیت اور تمام اصحاب کی تعظیم وتوقیر تسنین یعنی اہل سنت وجماعت بننا ہے''(۱۴)

''ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا اہل سنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے، جب کہ یہ محبت ان بزرگواروں کے نزدیک ایمان کی جزو ہے۔ اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔ اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری و باطنی عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت پر ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کی بڑی رعایت کرنی چاہیے۔ ان کی مرض موت میں فقیر حاضر تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر تک پہنچا اور اس جہان کا شعور کم ہوا تو اس وقت فقیر نے ان کی بات کو انہیں یاد دلایا۔ اور محبت کی نسبت پوچھا تو اس بیخودی میں آپ نے فرمایا ''میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است، اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے، مخالف لوگ اس معنی سے غافل اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں۔'' (۱۵)

ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اثبتکم علی الصراط اشد کم حبا لاھل بیتی و لا صحابی تم میں صراط پر وہ ثابت قدم ہوگا جس کی میرے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی۔

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست دامان آل رسول
(۱۶)

''حضرت امیر علی رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت و جماعت کی شرط ہے۔ اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کا نام خارجی ہے۔'' (۱۷)

انگریزوں نے برصغیر میں خروج کے سوئے ہوئے فتنے کو ہوا دی تو اس کی مختلف صورتیں سامنے آئیں، وہابیت ہو یا دیوبندیت، مرزائیت ہو یا پرویزیت سب میں خروج کا فیضان ٹھاٹھیں مار رہا ہے سب کو اہل بیت کی محبت اور ذکر سے چڑ ہے، جبکہ یزید پلید کے ساتھ ایک گونہ عقیدت ہے۔ وہابیہ و دیوبند میں تو کچھ ایسے بدبخت بھی ہوئے ہیں جنہوں نے کھل کر امام عالی مقام حضور امام حسین سلام اللہ علی ابیہ وعلیہ پر تنقید کی ہے اور یزید پلید علیہ ما یستحقہ کو امیر المؤمنین قرار دیا ہے۔ آہ

دل نہ آئے تو گل و لالہ کی رنگینی بھی ہیچ
اور آ جائے تو کانٹوں سے بہل جاتا ہے دل

وہابیہ کے مشہور مولوی عبدالعظیم حیدر آبادی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین اور یزید کا مقابلہ یا جملہ مقابلے حکومت و ریاست کی غرض سے ہوئے۔ (۱۸)

اسی طرح مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں نہایت وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ واقعہ کربلا مذہبی نہ تھا بلکہ یہ جنگ محض سیاسی مصلحت اور حفظ ناموس کی خاطر لڑی گئی، علمائے کرام کی تصدیقات بھی کتاب کے آخر میں درج ہیں، ہر خوبی سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے بلکہ نشر و اشاعت ضروری ہے۔ تین سو نسخے ہم نے تاجروں اور مفت تقسیم کرنے والوں کیلئے مقرر کیے ہیں'' (۲۰)

اس اقتباس کے ایک ایک لفظ سے خارجیت ٹپک رہی ہے، ایک ایک حرف بغض آل رسول کا آئینہ دار ہے۔ یاد رہے کہ اہل بیت اطہار کے کارناموں کو گہنانے کیلئے خوارج نے ہمیشہ یہی پروپیگنڈہ کیا ہے کہ ان کی مذہبی و ملی کاوشیں صرف دنیاوی نام و نمود کیلئے تھیں، معاذ اللہ، تاکہ اہل ایمان کے دلوں

میں ان کی قدر و منزلت ختم ہو جائے، مولوی امرتسری نے جس کتاب کو اردو کی پہلی کتاب کہا ہے جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلوص وللہیت خدا اور رسول کی رضا کے حصول کیلئے جان قربان کرنے کے جذبے کو بھی سیاسی مصلحت اور حفظ ناموس کی جنگ قرار دیا گیا ہے اور جس کی اشاعت کی ترغیب دی ہے، اس کے بعد ایسی بہت سی کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں بغض آل رسول اور محبت یزید کے نہایت مکروہ درس دیئے گئے، محمود احمد عباسی کی ''تبصرہ محمودی بر خشونات مودودی'' اور ''خلافت معاویہ ویزید'' ابو یزید محمد دین بٹ کی ''خلاف رشید ابن رشید'' اور ابو عتیق محمد امین کی ''خادم کی معارف یزید'' جیسی کتابیں اسی غلیظ سلسلے کی کڑیاں ہیں، ان گمراہ کن کتابوں پر وہابیہ اور دیوبند کے مقتدر علماء کی تقاریظ اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ یہ خانوادے اجتماعی طور پر خارجیت کے زہریلے دھندے میں ملوث ہیں اور سوچے سمجھے طریقے کے مطابق یزیدیت کا پرچار کر رہے ہیں۔

ان کے علاوہ انگریزوں کے نامزد ''نبی'' مرزا قادیانی نے بھی آل رسول کے خلاف خوب ہرزہ سرائی کی ہے۔ وہ کہتا ہے

کربلا ہسیت سیر ہر نم
صد حسین است در گریبانم

اب سوچئے اس صدری کی اس ہولناک خارجی تحریک کے آگے بند باندھنے کی کتنی اشد ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس امر کیلئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو پیدا کیا۔ آپ نے جہاں سادات کرام کی عزت وحرمت اور توقیر واحترام کی تبلیغ اپنی تحریروں میں فرمائی وہاں عملی طور پر بھی مثالیں قائم کیں۔ آپ کی بصیرت افروز تحریریں اور عملی مثالیں ، انگریزی دور سے لے کر آج تک کی اس خارجی تحریک کا بھرپور جواب ہیں۔ اگرچہ بعض کتابیں آپ کے بعد معرض وجود میں آئیں لیکن پھر کیا ہے، آپ کے سدا بہار دلائل تو قیامت کی دیواروں تک ایسے ہر فتنے کیلئے کافی وشافی ہیں والحمد للہ آپ فرماتے ہیں۔

✿ ''سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں ان کے اعمال کے سبب آل سے تنفر نہ کیا جائے۔ نفس اعمال میں تنفر ہو۔ بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی'' (۲۱)

✿ ان کی محبت بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان کا دین ہے اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ مگر محبت صادقہ نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنہیں ائمہ اظہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمہاری محبت ہم پر عار ہوگی ---- سید غیر عالم کے بھی احکام اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حد شرع کے اندر ہو حضور سید عالم ﷺ کی رضا ہے اور حضور کی رضا اللہ عزوجل کی رضا---- ہاں سچے محبان اہل بیت کرام کیلئے روز قیامت نعمتیں برکتیں، راحتیں ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی کو اس کا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔'' (۲۲)

✿ ''سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے، چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے۔ ازاں جملہ ایک وہ کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور جو خیر وشر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا اور ایک حدیث میں ارشاد

فرماتے ہیں جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں ایک سے خالی نہیں یا تو منافق ہے۔ یا حرامی ہے یا حیضی بچہ"(۲۳)

آپ سادات کرام سے اپنی غلامی اور نیازمندی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ" یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام وخاکپا ہے، ان کی محبت وعظمت ذریعہ نجات وشفاعت جانتا ہے"(۲۴)

آپ کے کلام حق ترجمان میں بھی جابجا محبت آل رسول کے مناظر نظر آتے ہیں مثلاً۔

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
متم اے وجہانگیر وکجکلاہ یعنی
کمینہ بندہ ومسکین گدائے آل رسول

یہ ساری نظم قابل داد ہے۔ بظاہر اپنے مرشد کامل حضور سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی جناب میں عرض گزار ہیں مگر بباطن یوں لگتا ہے کہ ساری آل رسول کی عظمت ومحبت کے ترانے الاپ رہے ہیں آخری شعر حاصل نظم ہے۔

مرا زنسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا اے رضائے آل رسول

کہیں فرماتے ہیں

پارہ ہائے صحف ، غنچہ ہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام

آپ کے لبوں پر یہ خوبصورت دعا ہمہ وقت رہتی

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

کچھ یزید کے بارے میں

جس خوش نصیب کے دل میں اہل بیت کی محبت واحترام موجود ہو اس کے دل میں یزید کے بارے میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اہل سنت وجماعت نے ہمیشہ یزید اور یزیدیت کی کھل کر مخالفت کی ہے۔ یزید، قاتل اہل بیت ہے اور اس کے اس فعل مذموم کی خبر خود مخبر صادق علیہ السلام نے دی ہے۔

لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ میری امت کا کام انصاف کے ساتھ رہے گا، یہاں تک کہ بنو امیہ کا پہلا فرد یزید اس کو تباہ کرے گا۔(۲۵)

اور فرمایا ھلاک امتی علی یدی اغلیمۃ سفہا میری امت چند نالائق لڑکوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگی۔(۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ" لو شئت ان اقول بنی فلان وبنی فلان لفعلت اگر میں چاہوں تو ان کے نام بھی بتا سکتا ہوں"(۲۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

" در مجمع البحار آوردہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، می شناخت ایشاں را با سماء اشخاص ایشاں وسکوت می کرد از تعیین ونام بردن ایشاں از جہت ترس ومفسدہ ومراد یزید بن معاویہ خذلھم اللہ وتحقیق صادر شد از ایشاں از قتل اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وبند کردن ایشاں وکشتن خیار مہاجرین وانصار آنچہ شد"(۲۹)

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین وامارۃ الصبیان یا اللہ مجھے ساٹھ ہجری اور بچوں کو حکومت سے محفوظ فرما۔(۳۰)

ساٹھ ہجری کا سال یزیدی حکومت کے قیام کا سال ہوگا اس لئے حضرت ابو ہریرہ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔(۳۱)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت علامہ علی قاری، حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی، حضرت علامہ بدرالدین عینی، حضرت

علامہ ابن حجر ہیتمی کی جیسے نامور محدثین وشارحین نے صراحت سے لکھا ہے کہ یہاں یزید کی حکومت مراد ہے۔ (۳۲)

امام علی ابن احمد علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے منهم یزید بن معاویہ واضرابہ من احداث ملوک بنی امیہ فقد کان منهم ما کان من قتل اهل البیت واکابر المهاجرین والمراد نهم یهلکون الناس بسبب طلبهم الملک والقتال۔ (۳۳)

یزید کے بارے میں اہل سنت کے چند موقف ہیں۔

حضرت علامہ غلام محی الدین قصوری علیہ الرحمۃ نے وضاحت فرمائی ہے۔

✿ "در بحر المذاہب آوردہ کہ علماء اہل سنت وجماعت درحق لعن یزید سہ فرقہ شدہ اند، لاعنین، ساکتین، مانعین، یعنی بحر المذاہب میں ہے کہ یزید پر لعنت بھیجنے کے بارے میں اہل سنت کے تین گروہ ہیں ایک گروہ لعنت کا قائل ہے۔ ایک گروہ خاموشی بہتر سمجھتا ہے۔ ایک گروہ روکتا ہے" (۳۴)

ان تینوں گروہوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کی تعریف کرتا ہو، یا قتل اہل بیت سے بری الذمہ ٹھہراتا ہو۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا۔

✿ "یا بنی وھل یتولی یزید احد یومن باللہ یعنی اے بیٹے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی بھی یزید کی محبت کا دم نہیں بھر سکتا"۔ (۳۵)

اب ہم یزید کے بارے میں حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا موقف لکھتے ہیں تاکہ آپ کے کلام کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے "عشاق یزید" بھی ہوش کے ناخن لیں اور فیصلہ کریں کہ مجدد الف ثانی کے فکر کے صحیح وارث وہ ہیں یا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ ہیں۔

✿ "یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کراسخن است کارے کہ آن بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند، بعضے از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع وتوبہ کردہ اند، یزید بے دولت، صحابہ کرام میں سے نہیں، اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ جو کام اس نے کیا وہ کسی کافر فرنگ نے بھی نہیں کیا۔ بعض علماء اہل سنت جو اس کی لعنت میں توقف کرتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس لیے کہ رجوع وتوبہ کا احتمال ہو سکتا ہے"۔ (۳۶)

✿ "یزید زمرہ فاسقین میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقررہ قاعدہ پر ہے کہ انہوں نے شخص معین پر اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں جانا مگر جبکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔ جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی نہ اس لیے کہ وہ لائق لعنت نہیں، بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے" (۳۷)

✿ "حضرت مولانا جامی نے (جو حضرت امیر معاویہ کی خطائے اجتہادی کو) خطائے منکر کہا ہے۔ زیادتی کی ہے، خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے، اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ "اگر وہ لعنت کا مستحق ہے، الخ یہ بھی نامناسب ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے۔ اس میں کونسا محل اشتباہ ہے، اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے" (۳۸)

اب یزید عنید علیہ ما علیہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ دیکھیے۔

✿ اس طائفہ (وہابیہ) خصوصاً ان کے پیشوا (اسمٰعیل دہلوی) کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے، کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں یزید مرید اور ان امام عنید میں

اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق متواتر مگر کفر متواتر نہیں اوران حضرات سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں“

(۳۹)

✿ ”یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں، امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام غزالی وغیرہ مسلماں کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ہوگی اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم“ (۴۰)

✿ یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق فاجر جری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص اس پر لعن کرتے ہیں اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فھل عسنم ان تولیتمراہ تفسلوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتے کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں۔ مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی (ﷺ) بے اذان ونماز رہی۔ مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ میں پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا۔ اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا مصطفیٰ ﷺ کی گود میں پلے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سرانور کہ محمد ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے۔ اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں بقولہ تعالیٰ فسوف یلقون غیا الامن تاب، اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضرورت مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبے دینی صاف ہے۔ بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم ﷺ کا شمہ ہو وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو عنود ہے۔ ایسے گمراہ بد دین سے مسئلہ مصافی کی شکایت بے سود ہے۔ اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دشت کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا وعلی مرتضیٰ اور خود سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا دل دکھا چکا ہے اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔ والذین یؤذون رسول

الله لهم عذاب اليم ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنيا والآخرة واعدلهم عذابا مهيناً والله تعالیٰ اعلم ۔(۴۲)

ازواج رسول

اہل سنت وجماعت کثرھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور سرور کائنات فخر موجودات افضل الصلوات واکمل التسلیمات کی ازواج مطرہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ازواج مطرہ کو اہل بیت میں قرآن مجید نے شمار فرمایا ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا ۔یعنی اللہ کا ارادہ تو یہی ہے کہ وہ اہل بیت سے ہر قسم کی (اعتقادی وعملی) پلیدی کو دور رکھے اور انہیں ایسا صاف کرے جس طرح صاف کرنے کا حق ہے۔ اس آیت کریمہ کا سیاق وسباق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بیت سے مراد ازواج مطہر کی ذوات قدسیہ ہیں یادرہے کہ لفظ اہل البیت، مذکر ہے اس لیے یہاں ضمیر مذکر لائی گئی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا فقال راھلہ امکثو اور فرمایا لعلکم تصطلون یا فرشتوں نے حضرت سارہ سے کہا رحمۃ اللہ وبرکاتہ، علیکم اھل البیت اور رب تعالیٰ نے فرمایا وقالت لھم رسلھم اور فرمایا وقال نسوۃ ، قرآن کی ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ ضمیر میں مقصود کا لحاظ نہیں، لفظ کا لحاظ ہوتا ہے۔ لہٰذا ساری ازواج مطہرہ اس ضمیر میں داخل ہیں، زوجہ کیلئے لفظ "اہل" قرآن کریم نے اور مکانات پر بھی استعمال فرمایا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعلیٰ ﷺ سے ارشاد فرمایا واذ غدوت من اھلک تبوی المؤمنین مقاعد للقتال اور یاد کرو جب تم اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے،

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضور غزوہ احد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے تشریف لے گئے تھے تو یہاں **اھلک** سے مراد کاشانہ عائشہ ہے، اسی لیے حضرت عائشہ کا حضور کے اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی قرینے پر دوسری ازواج مطہرہ اہل بیت میں شامل ہیں۔

اسی طرح لفظ آل میں بھی بیوی شامل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا فالتقطه آل فرعون تو (موسیٰ) کو اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے، یادرہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسیہ زوجہ فرعون نے اپنی گود میں لیا تھا، ویسے دیکھا جائے تو عرف عام میں بھی بیوی کو اہلیہ یا گھروالی کہا جاتا ہے لہٰذا جو آیات مبارکہ اہل بیت اطہار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان سے ازواج مطہرہ کو خارج کرنا کسی بھی طرح روا نہیں۔ ہمارے ہاں ازواج مطہرات کو قرآن کریم نے حضور کی اہل بیت قرار دیا ہے اور سیدہ فاطمہ، مولا علی مرتضیٰ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ نے خود اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ اللھم ھؤلا اھل بیتی کے الفاظ سے ثابت ہے، ہم قرآن کریم کا بھی احترام کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے فرمان کا بھی احترام کرتے ہیں۔ الحمد اللہ رب العالمین۔

اہل رفض نے جس طرح صحابہ کبار علیہم الرضوان کو اپنی بے رحم تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس طرح ازواج مطہرات خصوصا حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما پر تنقید کی ہے۔ چونکہ یہ دونوں ہستیاں بالترتیب حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی شہزادیاں ہیں اس لئے ان کی شان وعظمت اگرچہ کتاب وسنت سے ہی ثابت ہو، اہل رفض کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، اہل سنت نے حضور کی ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین تسلیم کیا ہے اور ان کی مقدس بارگاہوں میں اونچا سانس بھی لینا توہین تصور کیا ہے۔ حضور

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''چند سال پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ طعام پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا یعنی پنجتن پاک کی ارواح پاک کو نذر کرتا، ایک رات خواب دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، فقیر نے سلام عرض کیا تو حضور نے توجہ نہ فرمائی بلکہ چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر فرمایا من طعام در خانہ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد در خانہ عائشہ فرستد، میں کھانا عائشہ کے گھر کھاتا ہوں، جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ حضور کے توجہ نہ فرمانے کا باعث یہ تھا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک طعام نہیں کرتا تھا بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اند شریک میساخت و جمیع اہل بیت توسل میخود، بعد میں حضرت صدیقہ بلکہ تمام ازواج مطہرہ جو کہ اہل بیت میں شریک ہیں۔ کو ثواب نذر کرتا اور تمام اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ بناتا''۔ (۴۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے اہل بیت، بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے، اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس میں **عنکم** کی ضمیر مذکر ہے۔ اور بعد کی ضمیریں بھی مذکر ہیں، یہ بھی کہا گیا کہ یہ ازواج مطہرہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ قرآن شریف میں ہے واذکرن ما یتلی فی بیوتکن یعنی ان آیتوں کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔'' (۴۴)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ ہدیہ بھیجنے کیلئے اس دن کا انتظار کرتے رہتے جس دن آپ کی باری میرے گھر ہوتی۔ اور ایسا کر کے وہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے، باقی ازواج مطہرہ نے اس کے بارے میں عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو کیونکہ مجھ پر عائشہ کے سوا کسی بیوی کے بستر پر وحی نہیں آتی۔ پھر حضور نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا، اے بیٹی کیا تم اس سے محبت نہیں رکھتی جس سے میں محبت رکھتا ہوں، انہوں نے عرض کی، کیوں نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا تو عائشہ سے محبت رکھو'' (۴۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں

''ہم اہل سنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب رفیع میں طعن کریں''۔ حاش یہ اللہ ورسول کی بارگاہ میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر وبریت میں آیت نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں، عذاب الیم کی سنائے، حضور ﷺ انہیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پیئیں حضور اسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پیئیں، یوں تو سب ازواج مطہرہ دنیا وآخرت میں حضور کی بیبیاں ہیں، مگر عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا یہ عالم کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا وآخرت میں۔ حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا **ای بنیہ الست تحبین ما احب فقالت بلی فقال احبی ھذہ** پیاری بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی عرض کیا بالکل یہی درست ہے فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر، سوال ہوا سب آدمیوں میں

حضور ﷺ کو محبوب کون ہیں۔ جواب عطا ہوا "عائشہ"

وہ عائشہ صدیقہ، بنت الصدیق، ام المؤمنین جن کا محبوبہ رب العالمین ہونا، آفتاب نیم روز سے روشن تر، وہ صدیقہ، جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس، خدمت اقدس سید المرسلین ﷺ میں حاضر لائیں، وہ ام المؤمنین کہ جبرائیل امین، باں فضل مبین، انہیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت وطہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہوسکیں، وہ صدیقہ کے اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں، وہ ام المؤمنین کہ مصطفی ﷺ اگر کسی سفر میں بغیر ان کے تشریف لے جائیں، ان کی یاد "واعروسا" فرمائیں، وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برات وپاکدامنی کی شہادت، اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے، بتول مریم کی تطہیر وعفت مابی، روح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں، مگر ان کی برات پاک طینتی، پاک دامانی وطہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نزول فرمائیں۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، اس پر بہتان اٹھائے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں، تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ "(۴۶)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بہت خوبصورت منقبت بھی لکھی ہے، ملاحظہ کیجئے۔

حور رویت کیلئے شوق سے آنکھیں دھولیں
اسی سرکار کا مملوک ہے حوض کوثر
ہیں کہاں مانیں سرکار کی عفت وحرمت
کہہ دو مجرے کو بڑھیں پھولوں کا گہنا لے کر
چمن قدس کے بیلے کا جبیں پر جھپکا
نحن اقرب کی چنبیلی سے گلے کا زیور
باغ تطہیر کی کلیوں سے بنائیں کنگن
آیہ نور کا ماتھے پہ منور جھومر
تن اقدس میں لباس آیہ تطہیر کا ہو
سورہ نور کا سر پہ گہرا آما معجر
یا حمیرا کا تن پاک پہ گلگوں جوڑا
کلینی کے در آویزہ گوش اطہر
بانوا، تیرا سرا پردہ عفت وہ رفیع
جس میں بے اذن نہ ہو روح قدس کا بھی گزر
سورہ نور نے کالے کیے منہ اعدا کے
لعنۃ اللہ علی کل شقی اکفر
تیری تدقیق پہ عش حیدر ونجل ہاشم
تیری تحقیق کے قائل عمر وابن عمر
کوئی خاتون تیری طرح کہاں سے لائے
باپ صدیق سا اور ختم رسل سا شوہر
تیرے جلوے سے رہی مسند افتا روشن
عہد صدیق سے تا دور جناب حیدر
عاق وہ ناخلف کور نمک ناحق کوش
تجھ سے جو دل میں رکھے سوئے عقیدت تل بھر
گو سیہ کار ہے لیکن کلمے سے ہے اُمید
تیرے بیٹوں میں گنا جائے یہ ننگ مادر

فیصلہ مقدسہ

مخالفین اعلیٰ حضرت نے آج تک یہ شورش برپا کر رکھی ہے کہ معاذ اللہ آپ نے حضرت اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کی جناب میں گستاخی کی ہے اور وہ اس الزام پر دلیل کے طور پہ اشعار آپ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
خوف ہے کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بڑھ کر

حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ بخاری، مسلم ترمذی اور نسائی شریف میں ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ گیارہ مشرکہ عورتوں نے باہمی طور پر طے کیا کہ ہر ایک اپنے اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرے گی اور کچھ نہ چھپائے گی۔ ان میں سے ایک ام زرع تھی، جس نے اپنے شوہر کی دل کھول کر تعریف کی پھر ساتھ ہی ابوزرع کی بیٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا طوع ابیھا وطوع امھا وملء کسائھا وہ اپنے ماں باپ کی فرمانبردار ہے اور اس کا جسم اس کی چادر کو بھرے ہوئے ہے۔ اس حدیث کے آخر میں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کنت لک کابی زرع لام زرع میں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کیلئے تھا۔ مرتب حدائق بخشش حصہ سوم مولانا محبوب علی خان رضوی نے جس بیاض سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قصیدہ نقل کیا اسی بیاض سے سات شعر وہ نقل کیے جو ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان سات شعروں پر بھی لفظ ''علیحدہ'' لکھ دیا۔ لیکن کاتب (جو کہ بدمذہب تھا اور جس پریس میں کتاب چھپی اس کا مالک بھی بدمذہب تھا) نے دانستہ یا نادانستہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے مدحیہ قصیدہ میں مخلوط کر دیا، اس غلطی پر مولانا محبوب علی خان نے اعلانیہ توبہ نامہ شائع کرایا۔ وہ لکھتے ہیں ''اس میں جو تساہل مجھ سے ہوا اس پر ہی اپنی غفلت اور غلطی پر خدا تعالیٰ کے حضور معافی چاہتا ہوں وہ غفور رحیم مجھے معاف فرمائے'' (۴۷)

پھر ضروری اعلان شائع کرایا کہ ''حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷ و ص ۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے اس غلطی سے بار بار فقیر اپنی توبہ شائع کرا چکا ہے۔ خدا و رسول جل جلالہ و ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں آمین ثم آمین اور سنی مسلمان بھائی خدا اور رسول کیلئے معاف فرمائیں، (۴۸) یہ توبہ نامہ رسالہ سنی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں بھی چھپا (۴۹)

مولانا محبوب علی خان رضوی کی بلند اخلاق اور خشیت الٰہی کا یہ عظیم مظاہرہ دیکھیے کہ انہوں نے اپنی کوتاہی پر فوراً توبہ کی، لیکن برا ہو تعصب و عناد کا کہ مخالفین اعلیٰ حضرت نے ان کی توبہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی کوتاہی کو دلیل بنایا اور اعلیٰ حضرت کو گستاخ کہہ دیا جن کا اس معاملے میں دور دور تک قصور نظر نہیں آتا۔ جب اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا اشعار حضرت ام المومنین کے لیے لکھے ہی نہیں تو ان پر کیسے الزام دھرا جا سکتا ہے۔

اور ان اشعار پر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی کا تبصرہ ملاحظہ کیجیے۔

''اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت بریلوی کا معلوم نہیں ہوتا کسی اور صاحب متخلص بہ رضا کا کلام ہے۔ مولانا (محبوب علی خاں) یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا کلام سمجھا، اس لیے مجھے ناگوار ہوا کہ یونہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھائے چھاپ دیا۔ بارہا لوگوں کے سامنے اس پر اظہار ناراضگی کیا'' (۵۰)

''اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ جاہل باحمیت و غیرت معاذ اللہ انہیں منقبت نہ لکھے گا''۔ (۵۱)

اور یہ بھی یاد رہے کہ حدائق بخشش حصہ سوم اعلیٰ حضرت کی حیات ظاہری میں نہیں چھپی اس لیے اس میں موجود کلام کی ترتیب و تہذیب کے آپ ذمہ دار نہیں، پھر کلام بھی وہ جو آپ کے اسلوب

بیان سے قطعاہٹ کرہے، اس مسئلہ میں اس دور کے تمام مشاہیر اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کا دفاع کیا ہے، اور مولانا محبوب علی خان کی توبہ کو مقبول کیا ہے۔ مشاہیر اہل سنت کے اس فیصلہ مقدسہ کو مولانا محمد عزیز الرحمن بہاولپوری نے مرتب فرما کر شائع کیا۔

اپنی آنکھ کا شہتیر

اس واقعہ سے جہاں علمائے اہل سنت کی عظمت وحمیت کے حسین مناظر دیکھنے میں آتے ہیں وہاں وہابیہ و دیوبند کے تعصب وعناد کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی دشمنی میں اس قدر آگے نکل چکے ہیں کہ حقائق کا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھتے، یہ بات کس سے پوشیدہ ہے کہ ان کے علماء کی کتنی ہی کتابیں، خدا اور رسول اور صحابہ و اولیاء کی ذات مقدسہ کی شان میں گستاخانہ عبارات کا مجموعہ ہیں لیکن بار بار بتانے پر اور وعیدیں سنانے پر بھی کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی کسی کو توبہ کا خیال تک نہیں آیا بلکہ ہٹ دھرمی اور سیاہ باطنی کا یہ عالم ہے کہ آج بھی وہ کتابیں ان کفریہ عبارات سمیت شائع ہو رہی ہیں۔

شرم نبی، خوف خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس صورت میں محقق اسلام علامہ شرف قادری دامت برکاتہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

''جب یہ بات واضح ہوگئی کہ امام احمد رضا بریلوی نے ام المؤمنین کی شان میں بے ادبی کے وہ اشعار نہیں کہے، مولانا محبوب علی خان کی مجبوری اور غفلت میں وہ اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے، پھر انہوں نے علی الاعلان بار بار توبہ بھی کی اس کے باوجود جو شخص ان حضرات پر گستاخی کا الزام عائد کرتا ہے وہ خود دانستہ یا نادانستہ گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے'' (۵۲)

الحاصل

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا واضح وصریح عقیدہ وہی ہے جو ہم ان کی کتاب اعتقاد الاحباب کے حوالہ سے پیچھے لکھ آئے ہیں۔ پھر بھی کوئی ان پر گستاخی کی تہمت لگاتا ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے لعنة الله علی الکاذبین ۔

کتابیات

(۱) القرآن

(۲) الصواعق المحرقہ

(۳) جامع ترمذی ومشکوۃ ص ۵۷۳

(۵) صحیح بخاری

(۶) الریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۸

(۷) الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷

(۸) اظہار السعادت

(۹) الصواعق المحرقہ ص ۱۷۸

(۱۰) مناقب ابوحنیفہ از شیخ ابوسعید مادری

(۱۱) سیرت الشافعی ص ۲۲

(۱۲) دفتر اول مکتوب ۵۶

(۱۳) رد روافض مترجم ص ۹۱

(۱۴) مکتوب ۳۶ دفتر دوم

(۱۵) ایضا

(۱۶) ایضا

(۱۷) ایضا

(۱۸) مکتوب ۵۱ دفتر اول

(۱۹) اہل حدیث امرتسر ص ۱۴ 24 ستمبر و یکم اکتوبر سن ۱۹۰۹ء

(۲۰) ایضا ص ۱۱ یکم فروری سن ۱۹۴۶ء

(۲۱) اعجاز احمدی ص ۸۲

(۲۲) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ص ۱۸۴ جلد ۹

(۲۳) ایضاً ص ۱۶۷
(۲۴) ایضاً ص ۱۳۱ جلد ۱۰
(۲۵) ایضاً ص ۱۲۵ جلد ۱۲
(۲۶) البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۱
(۲۷) صحیح بخاری جلد دوم
(۲۸) ایضاً
(۲۹) اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۲۸۶
(۳۰) فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ ص ۱۳
(۳۱) صوائق محرقہ ص ۲۱۹
(۳۲) دیکھیے مرقات شرح مشکوۃ، عمدۃ القاری شرح بخاری، فتح الباری شرح بخاری وغیرہ
(۳۳) سراج المنیر شرح جامع الصغیر جلد ۳ ص ۲۹۶
(۳۴) ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی ص ۱۵۳
(۳۵) صواعق المحرقہ ص ۲۲۰
(۳۶) مکتوب ۵۴ دفتر اول
(۳۷) مکتوب ۲۵۱ دفتر اول
(۳۸) ایضاً
(۳۹) الکوکبۃ الشہابیہ ص ۶۰
(۴۰) ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد ۱ ص ۱۱۴
(۴۱) احکام شریعت ص ۸۸ جلد دوم
(۴۲) عرفان شریعت ص ۳۱ جلد دوم
(۴۳) مکتوب ۳۶ دفتر دوم
(۴۴) رد روافض
(۴۵) ایضاً بحوالہ بخاری و مسلم شریف
(۴۶) اعتقاد الاحباب ص ۶۵، ۶۶
(۴۷) فیصلہ مقدسہ ص ۹۲ مطبوعہ مجلس رضا لاہور
(۴۸) فتاوی مظہری جلد ۲ ص ۳۰۳
(۴۹) فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ ص ۳۱
(۵۰) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ متی، اگست ۱۹۵۵ ص ۱۷
(۵۱) فیصلہ مقدسہ ص ۳۳
(۵۲) ایضاً
(۵۳) ''امام احمد رضا اور حدائق بخشش حصہ سوم'' ص ۱۵ مقدمہ فیصلہ مقدسہ مطبوعہ مجلس رضا لاہور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انتقال پُر ملال

✿ جناب مدثر اسلام ملک نائب امیر شیران اسلام ضلع سیالکوٹ کی نانی جان خدیجہ بیگم مورخہ 8-فروری 2002ء، بروز جمعۃ المبارک کو قضائے الٰہی سے وصال فرما گئیں۔ انکا چہلم شریف کا ختم مورخہ 17-مارچ 2002ء، بروز اتوار کو تحصیل ڈسکہ میں ہوگا

✿ جناب حاجی اخلاق احمد صاحب سابق وائس چیئرمین شکرگڑھ، منتظم ماہنامہ الحقیقہ، کی والدہ محترمہ مورخہ 12-فروری 2002ء، بروز منگل کو قضائے الٰہی سے اس دنیائے فانی سے پردہ فرما گئیں۔

✿ جناب علامہ محمد صدیق ضیاء صاحب کے والد محترم پچھلے دنوں قضائے الٰہی سے وصال فرما گئے۔ انکے دسویں کے ختم شریف کی محفل مورخہ 18-فروری 2002ء، بروز پیر علی پور چٹھہ میں منعقد ہوئی۔ حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم عالیہ نے خصوصی شرکت فرمائی۔

✿ جناب شمس الدین نقشبندی صاحب اعزازی مدیر ماہنامہ الحقیقہ کے سسر جناب حاجی بشیر احمد مورخہ 22-فروری 2002ء، بروز جمعۃ المبارک قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(آمین)

یزید کا اقبال جرم

علامہ محمد شفقات احمد نقشبندی

زیر نظر مضمون میں یزید عنید علیہ ما یستحقہ کے اپنے اشعار سے جو اُسکا نظریہ جھلکتا ہے، فاضل مضمون نگار نے غور فکر کیلئے پیش کر دیا ہے، یزید کے یہ اشعار سانحہ کرب وبلا کو سمجھنے کیلئے بہت سے لوگوں کی بند آنکھیں کھول دیں گے۔

تذکرۃ الخواص میں لکھا گیا ہے۔

ومما یدل علی کفرہ وزندقہ فضلاً عن سبہ ولعنۃ اشارہ التی افصح بھا الالحاد وابان عن خبث القبائر وسوء الاعتقاد ۔(تذکرہ خواص الامہ ص ۲۶۰) یعنی اور اس کے کفر اور بے دینی پر دلالت کرنے والی باقی چیزیں جس سے اس کو برا کہا جاتا ہے اور اس پر لعنت کی جاتی ہے کے علاوہ اس کے وہ اشعار بھی ہیں جس میں اس نے اپنا بے دین ہونا اور اپنی اندرونی خباثت اور اپنی بداعتقادی ظاہر کی ہے۔

۱) لیت اشیاخی ببدر شھدوا
جزع الخزرج فی وقع الاسل

تذکرۃ الخواص ص ۲۶۱، صواعق محرقہ ص ۲۲۰، البدایہ والنہایہ نمبر ۸ ص ۲۲۴، نزول الابرار ص ۹۷، اخبار الطوال ص ۲۶۸۔

ترجمہ۔ کاش میرے بدر والے وہ بزرگ آج موجود ہوتے جنھوں نے تیروں کے پڑنے میں خزرج کا جزع دیکھا تھا۔

نمبر۲ فاھلو او استھلو افرحا
ثم قالو الی ھنیئاً لا تشل (البدایہ والنہایہ نمبر ۸ ص ۱۹۲)

ترجمہ۔ پس وہ ضرور خوشی سے میرے پاس آتے اور بآواز بلند مجھے کہتے اے یزید تیرے ہاتھ سلامت رہیں۔ (تو نے ہمارا بدلہ لے لیا ہے)

نمبر۳ حین حلت بفنائھم برکھا
واستھر القتل فی عبد الاسل
(البدایہ والنہایہ نمبر ۸ ص ۱۹۲)

ترجمہ۔ جب موت ان کے گھروں میں اُتری اور وہاں ٹھکانہ بنالیا۔ اور مدینہ والوں میں قتل وخونریزی کا بازار گرم ہوگیا۔

نمبر۴ قد قتلنا القرن من ساداتھم
وعدلنا میل بدر فاعتدل

(تذکرہ خواص الامہ ص ۲۶۱، صواعق محرقہ ص ۲۲۰، تیسر الباری شرح بخاری نمبر ۱۱ ص ۹۶)

ترجمہ۔ ہم نے ان کے سرداروں کی ایک نسل کو ختم کر دیا ہے۔ اور ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب حساب برابر ہوگیا ہے۔

نمبر۵ لما بدت تلک الحمول واشرفت
تلک الرؤس علی شفا جیرون

ترجمہ۔ جب وہ سواریاں جیران کے کنارے پر ظاہر ہوئیں اور یہ سر نظر آئے۔

نمبر۶ نعب الغراب فقلت نح او لا فخ
فقد اقتضیت من الرسول دیون

(تفسیر روح المعانی ص نمبر ۲۶ ص ۷۳، تذکرۃ الخواص ص ۲۶۱)

ترجمہ۔ کوا چیخا۔ پس میں نے کہا تو ان پر نوح کر یا نہ کر

میں نے رسول سے اپنا قرضہ وصول کرلیا ہے۔

نمبر۷ لعبت هاشم بالملک

فلا خبر جاء ولا وحی نزل

ترجمہ۔ بنی ہاشم نے حکومت حاصل کرنے کیلئے (نبوت کا) ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ درحقیقت نہ کوئی ان کے پاس خبر آئی ہے اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی ہے

نمبر۸ لست من خندف ان لم انتقم

من بنی احمد ما کان فعل

(تفسیر مظہری جلد۵ص۲۷۱، اردو جلد۶ص۳۰۷)

ترجمہ۔ میں خندف (یا جندب) میں سے نہیں ہوں، اگر میں احمد کی اولاد سے احمد کے کیئے کا بدلہ نہ لوں۔

نمبر۹ اسقنی شربة تروی فؤادی

ثم مل فاسق مثلها ابن زیاد

ترجمہ۔ مجھے وہ شربت پلا جو میرے دل کو سیراب کردے پھر اسی طرح جام بھر کر ابن زیاد کو بھی دے۔

نمبر۱۰ صاحب السر والامانة عندی

والتسدید مغنمی وجهادی

ترجمہ۔ یہ میرا راز دان ہے اور میرا صاحب امانت ہے اور میری غنیمت اور جہاد کو درست کرنے والا ہے۔

نمبر۱۱ قاتل الخارجی اعنی حسینا

ومبیدا لاعداء والحساد

(تذکرة الخواص ص۲۹۰)

ترجمہ۔ یہ خارجی حسین کو قتل کرنے والا ہے اور میرے دشمنوں اور حاسدوں کو نیست ونابود کرنے والا ہے۔

نمبر۱۲ یفلقن ها ما من رجال اعزة

علینا وهم کانوا اعق واظلما

(البدایہ والنہایہ جلد۸ص۱۹۱، تاریخ کامل نمبر۴ص۳۵)

ترجمہ۔ تلوار نے ایسے لوگوں کی کھوپڑی کو پھاڑ دیا جو ہم سے زیادہ معزز تھے (لیکن ہماری تلواروں نے انہیں اس لیے پھاڑا کہ) وہ بہت زیادہ سرکش اور ظالم تھے۔

نمبر۱۳ ما قال ربک ویل للذی شربوا

بل قال ربک ویل المصلین

(تاریخ ابن اثیر نمبر۴ص۶۳)

ترجمہ۔ تیرے رب نے یہ تو کہیں نہیں کہا کہ شراب پینے والوں کی بربادی ہو البتہ یہ کہا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کی بربادی ہو۔

نمبر۱۴ مدام کنز فی اناء کفضة

وساق کبدمع مدام کالنجم

ترجمہ۔ انگور شراب کا ایک مستقل خزانہ ہے جو چاندی جیسے برتن میں ہے اور انگور کی شاخ پر ستاروں کی طرح انگور چمک رہے ہیں۔

نمبر۱۵ وشمسه کرم برجها قعرها

ومشرتها الساقی مغربها فمی

ترجمہ۔ اس کا سورج انگور کا خوشہ ہے اور اس کا برج اس کی گہرائی ہے (شراب کا برتن) اور اس کے مشرق کی طرف شراب پلانے والا ہے اور مغرب کی طرف میرا منہ ہے۔

نمبر۱۶ فان حرمت یدما علی دین احمد

فخذ ها علی دین المسیح ابن مریم

(تفسیر مظہری جلد۵ص۲۷۱، اردو جلد۶ص۳۰۷)

ترجمہ۔ اگر آج شراب دین احمد میں حرام ہے تو تو اُسے دین مسیح ابن مریم کے مطابق (عیسائی بن کر) پی لیا کر۔

نمبر۱۷ اقول الصحب ضمت الکاس شملهم

وداعی صبابات الهدی یترنم

ترجمہ۔ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں تمہاری پریشانیوں کا علاج شراب کے پیالے میں ہے۔ اور جو نغمے گا رہا ہے

وہ تمہیں صحیح راستے کی طرف بلا رہا ہے۔

نمبر۱۸ خذوا نصیب من نعیم ولذۃ

فکل وان طال المدی یتصرم

(حیاۃ الحیوان جلد۲ص ۱۷۵)

ترجمہ۔نعمتوں اور لذتوں سے اپنا حصہ حاصل کرلو۔ کیونکہ کسی کو جتنی لمبی مدت بھی مل جائے آخر وہ ضرور ختم ہوجائے گی۔

نمبر۱۹ علیہ ھاتی واعلنی وترنمنی

بدلک انی لا احب التنا جیا

ترجمہ۔اے علیّہ آ اور مجھے شراب پلا اور گانا گا۔ تجھے یہ کام ضرور کرنا ہے اور میں سرگوشی پسند نہیں کرتا۔

نمبر۲۰ اذا ما نظر نافی امور قدیمۃ

وجد نا حلا لا شربھا متوالیا

ترجمہ۔جب ہم پرانے امور میں نظر ڈالتے ہیں تو ہم اس کا متواتر پینا حلال پاتے ہیں۔

نمبر۲۱ حدیث ابی سفیان قد ما سمی بھا

الی احد حتی اقام البوا کیا

ترجمہ۔ابوسفیان کی پرانی کہانی جو احد میں اس کے نام لگی یہاں تک کہ اس نے رونے والیوں کو کھڑا کیا (ان کافروں پر رونے کیلئے جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے)

نمبر۲۲ الاھات فاسقینی علی ذالک قھوۃ

تخیر العنسی کر ماشاما

ترجمہ۔خبردار آ اور مجھے اس پر قہوہ پلا۔ جسے عنسی نے شامی انگوروں سے تیار کیا ہے۔

نمبر۲۳ ولا بدمن ان ازور محمدا

بمشمولۃ صفراء تروی عظامیا

ترجمہ۔اور یہ ضرور ہے کہ میں محمد سے ملوں گا۔ زرد رنگ کی شراب کے ساتھ جو ہڈیوں کو سیراب کردیتی ہے۔

نمبر۲۴ وان مت یا ام الاحمیر فانکحی

ولا تاملی بد الفراق تلاقیا

ترجمہ۔اے ام احمیر اگر میں مرجاؤں تو تم نکاح کرلینا۔ اور جدائی کے بعد ملاقات کی اُمید نہ رکھنا۔

نمبر۲۵ فان الذی حدثت عن یوم بعثنا

احادیث طسم تجعل القلب ساھیا

ترجمہ۔کیونکہ اٹھانے والے دن کی جو باتیں کی جاتی ہیں (قیامت کا دن) وہ سب غلط کہانیاں ہیں جو دل کو مایوس کردینے والی ہیں۔

نمبر۲۶ معتسر لندما ن قوموا

واسمعوا صوت الاغانی

ترجمہ۔اے میرے ساتھیوں کے گروہ کھڑے ہو اور گانے کی آواز سنو۔

نمبر۲۷ واشربوا کاس مدام

واترکو اذکر المغانی

ترجمہ۔ہمیشہ کا چلنے والا شراب پیو اور مغانی کے ذکر کو چھوڑ دو۔

نمبر۲۸ وتعوضت عن الحوار

خمودا فی الدنانی

ترجمہ۔اور میں نے (جنت کی) حوروں کے بدلہ میں مٹکوں کا شراب اپنالیا ہے۔

نمبر۲۹ اشغلتنی نغمۃ العید ان

عن صوت الاذانی

ترجمہ۔مجھے سارنگی کے نغمے نے اذان کی آواز سے غافل کردیا ہے۔ (تذکرہ خواص الامہ ص ۲۹۱)

رقص گاہوں میں اس انداز سے چھلکی پائل

اس کی آواز میں آواز اذان ڈوب گئی

ھذا ھوالمروق من الدین وقول لا یرجع الی اللہ ولا الی

دینه ولا الی کتابه ولا الی رسوله ولایؤمن بالله ولا بما جاء من عند الله ۔ (تاریخ طبری نمبر ۱ ص ۳۵۸)

یہ دین سے نکلنا ہے اور ایسی بات ہے جو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، قرآن مجید اور اللہ کے دین کے مطابق نہیں ہے (ایسے اشعار کہنے والا شخص) نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی وحی پر۔

قارئین محترم! اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف چند یزیدی اشعار اور ان کا عام فہم ترجمہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں اور اشعار کی تشریح کی طرف نہیں جاتا ورنہ پھر مضمون بہت لمبا ہو جائے گا۔

ویسے بھی ہر صاحب عقل و دانش قاری ان صاف اور صریح اشعار کو سمجھنے میں غالباً کوئی دقت محسوس نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق سمجھنے، اس کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یزید دوست حضرات کو یزید کے اپنے بیان کردہ نظریات وعقائد پر غور کرنے اور غلط عقیدہ سے تائب ہو کر محبان اہل بیت کی صف میں دست بستہ شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللھم یا ربنا آمین بجاہ سید المرسلین

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دیں است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

☆☆☆☆☆☆☆

☆ منافقت کی دوستی سے کھلم کھلا عداوت کہیں بہتر ہے۔

☆ نفس خدا کا دشمن ہے۔ اس لئے اپنے نفس کا دشمن خدا کا دوست ہے

☆ آزمائش ایک شرط ہے جس سے بندگان حق نوازے جاتے ہیں۔

﴿حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

﴿ملاحظہ فرمائیں بقیہ حضرت امام حسین سیرت وکردار﴾

''لوگو! تم میرے حسب ونسب پر غور کرو، دیکھو میں کون ہوں، اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو تم خیال کرو کہ کیا تمہیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچیرے بھائی کا بیٹا نہیں، کیا سید الشہداء امیر حمزہ میرے والد کے چچا نہیں تھے، کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں تھے، کیا تمہیں رسول اللہ کا وہ قول یاد نہیں جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی کیلئے کہا تھا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہوں گے، اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ ناراض ہوتا ہے اس وقت سے آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتاؤ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا چاہیے؟ اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو آج بھی تم میں وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے میرے متعلق رسول اللہ کی حدیث سنی ہے، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، تم ان سے دریافت کر سکتے ہو، تم بتاؤ، اس حدیث کی موجودگی میں بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں رہ سکتے۔'' (تاریخ اسلام ص ۵۰۳)

افسوس! کتنے بدنصیب تھے وہ لوگ جنہیں روشنی کا مینار، صداقت کا آفتاب نظر بھی آیا مگر ہمیشہ کیلئے محرومی میں گرتے چلے گئے۔ سچ کہا ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کاقول ھے

☆ دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جسے چھوئیں تو نرم لگتا ہے مگر اس کے اندر زہر قاتل ہوتا ہے۔ فریب خوردہ جاہل اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے لیکن ہوش مند عاقل اس سے بچ کر رہتا ہے۔

☆ علم بے عمل ایک آزار ہے اور عمل بغیر اخلاص بے کار ہے۔

☆ واضح اور روشن ترین راستہ حق وصداقت کا راستہ ہے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ (سیرت و کردار)

غلام مصطفی مجددی (ایم ۔ اے اسلامیات)

تاریخ پیدائش : سید الشہداء، ابوالائمہ، راکب دوش مصطفیٰ، شہسوار کرب وبلا، شہزادہ گلگوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چار شعبان المعظم سنہ ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۰۳)

اسم مبارک : آپ کا نام مبارک خود سرور کائنات علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے پر حسین رکھا۔ (تذکرہ شہادت ص ۱۰۳) اور آپ کا عقیقہ فرمایا جس میں دو مینڈھے ذبح کیے۔ (نسائی شریف) نیز نبی پاک علیہ السلام نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''اس شہزادے کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو، جیسا کہ تم نے اس کے بھائی حسن کے ساتھ کیا تھا''

(مشجر الاولیاء ص ۸۹)

آپ کا بچپن آغوش نبوت میں گزرا، ایک دن حضور اکرم علیہ السلام مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ حضور نے فرمایا بچہ کہاں ہے۔ تو حضرت امام چلتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیوں سے حضور کی ریش اطہر کے ساتھ کھیلنے لگے، حضور نے آپ کا منہ کھولا اور اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھ دیا پھر فرمایا اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھے اُس سے محبت فرما۔

(ایضاً ص ۸۹)

حضور علیہ السلام آپ سے بہت پیار کرتے، آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے مسجد نبوی میں چکر لگاتے، آپ کو آتا دیکھ کر خطبہ ادھورا چھوڑ دیتے، آپ کی وجہ سے سجدہ دراز کر لیتے، آپ کو خوش دیکھ کر خوش ہوتے اور غمگین دیکھ کر بے تاب ہو جاتے، اس سے بڑھ کر محبت کا مظاہرہ اور کیا ہوگا کہ

''ایک دن حضور علیہ السلام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں بازو اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں بازو پر بٹھائے ہوئے تھے، کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا خداوند تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے ہاں یکجا نہ رہنے دے گا، ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا، اب ان دونوں میں سے آپ جسے چاہیں پسند کر لیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر حسین رضی اللہ عنہ رخصت ہو جائیں تو ان کے فراق میں حضرت فاطمہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں غمگین ہوں گا، اور اگر ابراہیم وفات پا جائیں تو زیادہ الم میری جان پر ہی ٹوٹے گا، اس لئے مجھے اپنا غم ہی پسند ہے، اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، پھر جب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آتے، حضور علیہ السلام ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے ''اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا''

(شواہد النبوۃ ص ۳۰۵) (تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۲۰۴)

حضور سرور عالم علیہ السلام نے آپ کی خصوصی شان و عظمت یوں بیان فرمائی۔

''حسین منی وانا من حسین'' حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ (جامع ترمذی شریف) اور فرمایا ''حسین

سبط من الاسباط" (جامع ترمذی شریف)

آپ سات برس کے ہوئے تو آپ کے مہربان نانا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ آپ سے جدا ہوگئے۔ چھ ماہ کے بعد والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا، آپ حضرت شیر خدا مولائے کائنات سیدنا علی المرتضی کے زیر سایہ جوان ہوئے، خلفائے رضی اللہ عنہم بھی آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

مؤرخین کے نزدیک شہزادی شہر بانو کے نکاح کی اجازت خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دی کہ وہ اس کے شایان شان صرف اور صرف حضرت شہزادہ کونین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سمجھتے تھے۔ اسی طرح جب اصحاب رسول کو خلافت فاروقی میں فتوحات نصیب ہوئیں اور مال غنیمت حاصل ہوا۔ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، امام حسین رضی اللہ عنہ سب سے پہلے تشریف لائے، حضرت عمر نے انہیں بڑی عزت وتکریم سے ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا، وہ چلے گئے ان کے بعد حضرت عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ آئے تو ان کو پانچ سو درہم دینے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا اے امیر المؤمنین میں تلوار کا ماہر ہوں میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلوار چلانے کی خدمت سرانجام دیتا رہا جب کہ امام حسن اور حسین بچے تھے، اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ہزار درہم عطا کئے اور مجھے پانچ سو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا کہنا ٹھیک ہے جاؤ ان کے باپ جیسا کہیں سے باپ لاؤ والدہ جیسی والدہ، نانا جیسا نانا، نانی جیسی نانی، چچا جیسا چچا، پھوپی جیسی پھوپی، خالہ جیسی خالہ ماموں جیسا ماموں" (ذبح عظیم ص ۵۷ مطبوعہ لاہور)

تقریباً اسی طرح کا واقعہ شیعہ حضرات کی ایک اور کتاب مناقب آل ابی طالب کی جلد ۴ ص ۷۱ مطبوعہ قم ایران میں بھی موجود ہے۔

مؤرخین کرام کا اتفاق ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ متعلقین رسالت کو خوب نوازا کرتے تھے، خصوصاً امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو بدری صحابہ کبار کے برابر حصہ دیتے اور ان کے ساتھ از حد محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے خصوصی تعلقات تھے۔ مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۹ پر لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لخت جگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی، (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور) رشتہ طے ہوگیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عائشہ بنت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

علاوہ ازیں حضرت عثمان غنی کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہزادی فاطمہ سے نکاح ہوا، (ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ ص ۴۵۹ مطبوعہ بیروت) یہی بات شیعہ حضرات کی تاریخ ناسخ التواریخ جلد ۲ میں لکھی ہے کہ بعد از حسن مثنی فاطمہ بحبالہ نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان در آمد۔

اور یہ تو بہت مشہور ہے کہ شہادت عثمان غنی کے وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما قصر خلافت کے دربان تھے اور خلیفہ برحق کے دفاع میں باغیوں سے مزاحم تھے۔

دور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی اور برادر اکبر رضی اللہ عنہما کے دست راست بنے اور نظام خلافت کے استحکام کیلئے شب وروز کوشاں رہے۔

جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر شام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو آپ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے آئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے تعلقات بہت اچھے تھے، ان کی طرف سے آنے والے وظائف وتحائف فراخدلی سے قبول فرماتے۔

ناسخ التواریخ میں موجود ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کرتے اور اس کے علاوہ بیش قیمت تحائف بھی بکثرت روانہ کرتے تھے

جلاء العیون میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو وصیت کی۔ ''تجھے معلوم ہے کہ امام حسین، جناب رسالت مآب ﷺ کے قریب ہیں اور ان کے بدن کے ٹکڑے ہیں، انہیں کے گوشت وخون سے پرورش پانے والے ہیں، اگر تو ان پر قابو بھی پالے تو ان کے حقوق عزت کو جاننا اور ان کا مرتبہ اور قرابت رسول کو یاد رکھنا اور ان کے افعال کا مواخذہ نہ کرنا اور ان سے جو میں نے روابط قائم کئے ان کو مت توڑنا اور خبردار ان کو کوئی تکلیف نہ دینا ناسخ التواریخ میں ہے کہ۔

اے بیٹا ہوس سے باز رہنا، اور خبردار جب تو بارگاہ خدا میں حاضر ہو تو تیری گردن میں حسین بن علی کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی راحت کا منہ نہ دیکھے گا اور عذاب ابدی میں غرق رہے گا''

یزید آخر یزید تھا، عیش وعشرت کا دلدادہ، شراب وشباب کا رسیا، اور ظلم وستم پھیلانے والا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت ووصیت کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اس کی ہٹ دھرمی، ضد بازی اور انا پرستی نے وہ دن دکھایا کہ دامن تاریخ امام عالی مقام جیسے عظیم المرتبت انسان کے خون سے رنگین ہوگیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مٹھی بھر مجاہدوں کے ساتھ ایثار وقربانی کی ولولہ انگیز داستان رقم کی، اور ثابت کیا کہ باطل یزید کی شکل میں آئے تو حق حسین کی صورت میں جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آید پدید
تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد

زندہ حق از قوت شبیری است
در نوائے زندگی سوز از حسین
اہل حق حریت آموز از حسین

(اسرار ورموز خودی)

حسن وجمال: آپ کا حسن وجمال چہرہ والضحیٰ کا آئینہ دار تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بھی نبی اکرم ﷺ سے مشابہ نہیں تھا، اور جناب حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یونہی فرمایا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ ہم شکل تھے۔ (صحیح بخاری شریف)

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گر بنی ذات حسین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیئے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

''آپ کا حسن وجمال کچھ اس طرح کا تھا کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخساروں سے روشنی نکل کر قرب وجوار کو منور کر دیتی۔'' (شواہد النبوۃ ص ۳۰۲)

محبوب کردگار کے محبوب ہیں حسین
سچ پوچھئے تو حسن ہے یکتا حسین کا

آپ کی ذات والا محتاج تعارف نہیں، بس سعادت سرمدی سمجھ کر مختصر سا تعارف لکھا۔ اب آپ کے خصائل کے مختلف گوشوں کے نور سے دیدہ ودل کو مستنیر کیا جاتا ہے۔

زہد وتقویٰ: زہد وتقویٰ اہل بیت اطہار کا زیور ہے۔ دنیا کو ان برگزیدہ لوگوں نے پرکاہ کی حیثیت نہیں دی، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں قدم قدم پر اسوہ حیدر کرار سیرت زہراء اور کردار حسن کی پیروی کی، آپ چاہتے تو یزید آپ کو دنیا کے جاہ وحشم دے سکتا تھا،

کسی بھی اچھے علاقے کی سربراہی مل سکتی تھی، چاک وچوبند دستوں کی سالاری ہاتھ باندھے کھڑی تھی، لیکن یہ سب کچھ تو آپ کی نظر میں کچھ بھی نہیں تھا، آپ نے اللہ اور اس کے رسول کی رضاء کیلئے اپنی راحت وآرام کو دشت نینوا کی تکلیفوں پر قربان کر دیا، کون ہے ایسا زاہد، جس نے فرات کے آب شیریں کے بدلے پیاس کو گلے لگایا، کون ہے ایسا متقی جس نے ریشم وکمخواب کے دبیز بستروں پر کربلا کی آتشیں ریت کو ترجیح دی۔ زہد وتقوی کا دعوی تو آسان مگر زہد وتقوی کو کما حقہ اپنانا شہزادہ رسول کا ہی کام ہے۔

عفو ودرگزر: ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پہ بیٹھے، ایک خادم کے ہاتھ سے گرم شوربے کا پیالہ چھوٹ کر آپ کے سرانور پر گرا، آپ نے تادیب کی نظر سے خادم کی طرف دیکھا، خادم نے کہا **والکاظمین الغیظ** (اور غصہ پینے والے ہیں) آپ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ ختم کیا، خادم نے کہا **والعافین عن الناس**، (لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں) آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا، خادم نے کہا "**واللہ یحب المحسنین**" (اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) آپ نے فرمایا میں نے تجھے اللہ کیلئے آزاد کیا، (سبع سنابل شریف)

کمال حلم: ایک دن آپ چارسو اصحاب کرام کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی نے کہا "کیا تم ابوطالب کے پوتے ہو، آپ نے فرمایا ہاں، اعرابی کہنے لگا۔ تمہارے باپ تو بڑے خونریز اور فتنہ انگیز تھے" اصحاب کرام نے چاہا کہ اعرابی کو اس گستاخی پہ خوب مزا چکھائیں مگر آپ نے مسکرا کر فرمایا "اسے چھوڑ دو" اور پوچھا اے عرب کے رہنے والے تو غصے سے بھرا ہوا ہے، کیا تو بھوکا پیاسا ہے کہ تجھے کھانا اور پانی دیا جائے کیا تجھ پر کسی کا قرض ہے کہ قرض ادا کیا جائے۔ کیا تیری بیوی تجھ سے ناراض ہے کہ صلح کرا دی جائے کوئی بھی حاجت ہے تو کہہ پوری کی جائے گی، اعرابی شرمندہ ہو کر آپ کی قدم بوسی کو جھکا، آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا ہم حلم کے پہاڑ ہیں، کہیں ہوائے مخالف سے بھی ہلتے ہیں" (ایضا)

صبرورضا: صبرورضا تو آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ چشم فلک نے آج تک کوئی ایسا رجل عظیم نہیں دیکھا، جس کے سامنے چھ ماہ کا لخت جگر خون میں نہا رہا ہو، اٹھارہ سال کا جوان نور نظر تیروں سے چھلنی ہوا ہو، ننھے ننھے بھانجوں کے جسد اطہر کے ٹکڑے اُڑے ہوں، پیارے پیارے بھتیجوں کی لاشوں پہ گھوڑے دوڑے ہوں، جس پر ظلم آزمایا گیا ہو، ہر ستم ڈھایا گیا ہو، مگر پھر بھی اس کا زخموں سے چور سر، اور صبر ورضا کے جذبوں سے معمور دل پروردگار حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو، ایسے کربناک حالات میں صبرورضا پر عمل کرنا آغوش رسالت کے پروردہ شہزادے کا ہی خاصہ ہے۔

اے آنکھ! ذرا ماضی کے دریچے میں جھانک کر دیکھ، دشت بلا میں ایک پیاسا مسافر، اپنے جانثار ساتھیوں، وفادار بچوں، حق شعار بھائیوں کو خدا کی راہ میں قربان کر کے خود بھی مقتل کی طرف جا رہا ہے۔ پاکیزہ صفات بہن سے کہہ رہا ہے۔

"اے بہن! میں تجھے قسم دیتا ہوں، میری قسم پوری کرنا، جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے غم میں گریبان چاک نہ کرنا، چہرہ نہ نوچنا، واویلا نہ کرنا اور ہائے ہائے، ہلاکت ہلاکت کے الفاظ نہ پکارنا" (اخبار ماتم ص ۳۹۹، جلاء العیون ص ۳۸۷)

ایسا غمناک سماں، پتھر بھی خون کے آنسو رو رہے ہیں لیکن شہ راہ رضا کا راہی صبر کے انمٹ نقوش چھوڑ رہا ہے۔

اے بہن! صبر کرو، دیکھو اہل زمین اور اہل آسمان سب کیلئے فنا ہے خدا کی ذات کے سوا کسی کو بقا نہیں۔ ہمیں اور ہر مسلمان کو جناب رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے"

(ابن اثیر جلد ۴ ص ۴۴)

صبر وتسلیم ورضا کا دل نشیں شہکار تھا
جور و وحشت کی خزاں سے برسر پیکار تھا

رنگ فطرت حسن حق، نور دل بیدار تھا
مہر ہمت، صبح نو، ضوپاش گوہر کو سلام
گلشن زہرا کے جان افزا گل تر کو سلام

عبادت وریاضت: حضرت امام رضی اللہ عنہ زبردست عبادت گزار وشب زندہ دار تھے بے شمار نوافل ادا کرتے آپ نے پچیس حج پاپیادہ کیے (اسد الغابہ جلد۳ص ۲۷)

دشت کربلا میں اتمام حجت کے بعد بھی اہل کوفہ کی طرف سے اصلاح احوال کی کوئی کرن نظر نہ آئی تو آپ نے ایک رات کی مہلت مانگی عمر ابن سعد نے مہلت دے دی، آپ نے اپنی پیشانی بارگاہ رب العزت میں جھکا دی اور تمام رات اپنے مولا سے راز ونیاز میں مصروف رہے، (تاریخ ملت ص ۵۰۵)

یہ واقعہ آپ کے ذوق عبادت کی دلیل اور شوق ریاضت کا نشان ہے۔ اس سے بھی آگے دیکھیے ہر طرف دشمن ہی دشمن ہے، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، تلواروں کی بجلیاں گر رہی ہیں۔ نیزوں کی نوکیں زہریلی ناگنوں کی طرح بڑھ رہی ہیں سر سے لے کر پاؤں تک بہتر (۷۲) زخم، شہید ناز کے جسم پہ پھولوں کی طرح سجے ہوئے ہیں، خون کے ابلتے فواروں سے پیراہن رنگین ہو رہا ہے۔

آل رسول پر جور واستبداد کے پہاڑ ٹوٹتے ہوئے دیکھ کر سورج بھی چھپ گیا تو آپ عرش زین سے فرش زمین پہ آ گئے "بڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے مگر دشمنوں کو اس زخمی شیر پر حملہ کرنے کی جرائت نہ ہوتی تھی آپ کے خون سے اپنی قسمت پر شقاوت کی آخری مہر لگانے سے ہر شخص گریز کرتا تھا" (تاریخ ملت ص ۵۰۹)

محرم کی دس تاریخ تھی، جمعہ کا دن تھا، آپ نے دو رکعت نماز کی نیت کی، سرسجدے میں تھا کہ شمر وسنان نے آگے بڑھ کر شہید کر دیا۔ مرحبا حسین

اہل فردوس ہیں آئنہ حیراں کی طرح
دیکھ کے تیغ تلے ذوق عبادت تیرا

جود وسخاوت: جود وسخاوت اہل بیت طہار کا وہ وصف ہے جس کی گواہی قرآن حکیم نے بھی دی، "ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا" اور وہ اس کی محبت میں مسکین ویتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ میں بھی یہ وصف کما حقہ، پایا جاتا تھا بلکہ آپ کا یہ وصف حضور سرور کائنات ﷺ کا عطا فرمودہ تھا۔ حضور فرماتے ہیں۔

"واما الحسین فقد نحلته نجدتی وجودی"

اور حسین کو میں نے اپنی شجاعت اور کرم بخشا، حضرت امام رضی اللہ عنہ کے جود وسخاوت کے واقعات بہت مشہور ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"ایک دن کوئی شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں درویش ہوں، میرے اہل وعیال ہیں آج رات کیلئے کھانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میرا رزق آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں آئیں، ہر تھیلی میں ہزار دینار تھے۔ لانے والے نے عرض کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے معذرت کی ہے اور کہا ہے کہ ابھی یہ اپنے خدمت گزاروں پر خرچ کریں اور انتظام کیا جا رہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پانچوں تھیلیاں سائل کو دے دیں اور فرمایا تمہیں زحمت ہوئی، بہت انتظار کرنا پڑا۔ (کشف المحجوب ص ۱۴۵)

ایک دفعہ حضرت امام حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سفر حج کے دوران بھوک اور پیاس کی حالت میں ایک خاتون کے گھر تشریف لے گئے، اس خاتون نے اپنی بکری کا دودھ پیش کیا اور بعد ازاں وہی بکری ذبح کر کے اس کا گوشت آگے رکھا یہ حضرات قدرے آرام کر کے روانہ ہو گئے، تھوڑے عرصے کے بعد اس خاتون کے خاندان کو قحط سالی نے آ لیا تو وہ اپنے شوہر کے ہمراہ بھیک مانگتی ہوئی مدینہ منورہ پہنچی۔ ناگاہ اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ کی

نگاہ پڑی تو آپ نے اسے بلا کر بکری والا واقعہ یاد دلایا۔ پھر ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں عطا فرمائیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اتنا ہی مال اس کو عطا فرمایا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے لگ بھگ دیا، غرض وہ عورت مالا مال ہو کر اپنے گھر واپس چلی گئی۔ (نور الابصار ص ۱۲۱)

استقامت وشجاعت: حضرت امام رضی اللہ عنہ استقامت وشجاعت کے پیکر تھے، یزید نے آپ کو اپنی بیعت کرنے کیلئے کہا ب سعد، ابن زیاد اور شمر وغیرہ نے ہر حربہ استعمال کیا کہ آپ یزید کے سامنے جھک جائیں لیکن آپ نے دو ٹوک لفظوں میں فرمایا۔

''خدا کی قسم میں ذلیلوں کی طرح اپنا ہاتھ دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا، اور غلاموں کی طرح ان کی بندگی کا اقرار نہیں کر سکتا، میں متکبر سے جس کا روز حساب پر ایمان نہیں ہے، خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ (ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۵)

جب آپ حُر کے ساتھ شمال کی طرف رخ کر کے سفر کر رہے تھے تو راستے میں مقام بیضہ پہ ایک خطبہ دیا جو آپ کے مقاصد جلیلہ کا ترجمان ہے۔

''اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر زیادتی کرنے والے حکمران کو دیکھا اور اس نے اپنے قول وفعل سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اس حاکم کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے، (الحسین مترجم ص ۱۰۰)

پھر تاریخ نے دیکھا کہ ایک طرف ہزاروں کا لشکر جرار ہے اور دوسری طرف بہتر (۷۲) پیاسے پردیسی، انہیں اپنے دست وبازو پر اعتماد ہے اور انہیں صرف خدا کی ذات پر بھروسا، حق وباطل کی اس رزم گاہ میں آپ کے الفاظ گونجے۔

''تم اور تمہارے شریک سب مل کر میرے خلاف زور لگا لو، اور مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہو، کر ڈالو، اللہ میرا کارساز ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ (تاریخ اسلام ص ۵۰۲)

آپ باطل کے اس منہ زور سیلاب کے آگے دیوار آہنی کی طرح ڈٹ گئے اور اپنی اولوالعزمی، وبلند ہمتی سے حق کا سر فخر سے اونچا کر دیا، آپ ذوالفقار حیدری کے امین، شیر فاطمہ کے پروردہ بلکہ شجاعت مصطفی کے مظہر تھے۔ ''آپ تنہا تھے، زخموں سے چور چور تھے، پیاسے بیتاب تھے، مگر بہادری جوش اور ہمت میں کوئی کمی نہ تھی، جس طرف بھی آپ کی تلوار چمکتی دشمنوں کے بادل کے بادل چھٹتے چلے جاتے'' (تاریخ ملت ص ۵۰۹)

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں اور بائیں جانب سے گھیر لیا گیا تو آپ نے دونوں جانب حملہ کر کے سب کو مار بھگایا۔ خدا کی قسم! حسین سے بڑھ کر کسی شخص کو ایسا قوی دل، ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا، جو شکستہ دل ہو، صدمے اٹھائے ہوئے ہو، بیٹوں، عزیزوں کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو، اور پھر حسین کی طرح ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کر سکے، بخدا دشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے آپ کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے ریوڑ شیر کے حملے سے بھاگتے ہیں۔

(تاریخ الکامل جلد ۴ ص ۴۰)

مسٹر کارکرن لکھتا ہے۔

دنیا میں رستم کا نام بہادری کی علامت ہے لیکن کئی ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں، ان میں سرفہرست امام حسین کا نام ہے۔ جوان کے کارناموں کو دیکھ کر بھی رستم کا نام لیتا ہے وہ تاریخ سے ناواقف ہے۔

(تاریخ حسین جلد ۲ باب ۱۶)

سراپا صداقت: حضرت امام رضی اللہ عنہ سراپا صداقت تھے، سچائی کا روشن حوالہ تھے، آپ اہل کوفہ سے مخاطب ہوئے۔

باقی پیچھے صفحہ نمبر

اہل بیت اطہار اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم

پروفیسر محمد حسین آسی

اہل بیت حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد کنبہ ہیں۔ تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنشین (رضی اللہ عنہم)۔ خواجہ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرابت کا شرف ہو یا صحبت کا، دونوں عظیم ہیں۔ چنانچہ متعدد آیات وروایات ان دونوں پاک گروہوں کی عظمت شان بیان کرتی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک ان سب کی محبت وتعظیم ضروری بلکہ جزو ایمان ہے۔ بعض لوگ اہل بیت اور اہل صحبت کو ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اور پھر ایک گروہ کی محبت کا دعویٰ کر کے دوسرے سے باغی ہو گئے ہیں۔ یاد رہے جسے اہل بیت سے عداوت ہے، خارجی ہے اور جو صحابہ کرام سے عناد رکھتا ہے۔ رافضی ہے۔ رافضی محبت اہل بیت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ تو خارجی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام دھوکا دینے کیلئے لیتا ہے۔

درج ذیل مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم شیر وشکر تھے۔ اور ایک دوسرے کے مداح۔ محرم الحرام کی یکم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے۔ تو دس تاریخ شہید اعظم (سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ) کا اس مناسبت سے حضرت فاروق اعظم (جو گویا صحابہ کرام کے نمائندے ہیں) کی عظمت پر اہل بیت کی بھی گواہی حاصل ہے۔ تو انہیں اس گواہی کی روشنی میں فاروق اعظم کی عظمت کا قائل ہونا چاہیئے۔ اور خارجیوں کو اگر حضرت فاروق اعظم کی عدالت پر اعتماد ہے تو اہل بیت سے بغاوت نہیں کرنی چاہیئے۔

(حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت شان

۱ عمر ہیں تو قبول: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال سے کچھ پہلے ایک کھڑکی میں سے جھانکا۔ لوگ موجود تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے خلافت کے بارے میں ایک عہد کیا ہے (یعنی ایک شخص کو نامزد کیا ہے) کیا تم رضامند ہو؟ لوگوں نے (بغیر جانے) عرض کیا اے خلیفہ رسول! ہم راضی ہیں مگر حضرت علی المرتضیٰ کہنے لگے۔ لَا نَرْضٰی اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب. یعنی عمر بن الخطاب کے سوا ہم کسی پر راضی نہیں۔

(تاریخ الخلفاء وغیرہ)

۲: عمر رضی اللہ عنہ کی زبان:

شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کُنَّا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَشُکُّ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ (رضی اللہ عنہ)

(ریاض النضرہ۔ کنز العمال)

ترجمہ۔ ہم اصحاب کرام کو ہرگز شک نہیں تھا کہ عمر کی زبان پر سکینہ بولتا ہے۔ (جس سے دلوں کو سکون ملے)

۳: فاروق کیسے بنے؟:-

مولائے کائنات علی المرتضیٰ نے فرمایا

ذَاکَ امْرُءٌ سَمَّاہُ اللّٰہُ الْفَارُوْقَ فَرَّقَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ. (ریاض النضرہ)

ترجمہ۔ آپ وہ شخص ہیں جن کا نام اللہ عزوجل نے فاروق رکھا آپ نے حق وباطل کو الگ الگ کر دیا۔ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا "اے اللہ عمر کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما"۔

اَلا اُخبِرُکُم بِخَیرِ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر. (التاریخ الکبیر، ابن ماجہ)

ترجمہ۔ کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی نہ بتاؤں (وہ ہیں) ابوبکر پھر عمر۔ (رضی اللہ عنہما)

۵: اہل جنت کے سردار:۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک حضرت ابوبکر و عمر بھی سامنے آ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ھذان سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِیُّ لَا تُخْبِرْھُمَا

(ترمذی)

ترجمہ۔ انبیاء ومرسلین کے سوا یہ تمام اولین وآخرین میں سے پختہ عمر کے جنتیوں کے سراد ہیں۔ یا علی (فی الحال) انہیں نہ بتانا۔

فرماتے ہی یہ دونوں ہیں سردار دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق وعمر کو خبر نہ ہو!

(فاضل بریلوی)

۶: شیر خدا کی آرزو

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے اہل بدر کے اس حلقے کی طرف جو روضہ سرکار دو عالم ﷺ اور منبر کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ آدمی بھیج کر پوچھا کہ تم اس (حملے) سے خوش ہو یا کیا تمہاری رضا سے ہوا ہے؟ وہاں سب حاضرین رونے لگے اور سیدنا علی المرتضیٰ کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔

لا وددنا انا زدنا فی عمرہ من اعمادنا

یعنی ہرگز نہیں، ہم تو چاہتے ہیں کہ ہماری عمروں سے (کچھ وقت نکال کر) ان کی عمر بڑھا دی جائے۔

۷: ہمیشہ کے ساتھی:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں کے درمیان کھڑا تھا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے دعائیں کر رہے تھے جبکہ شہادت کے بعد آپ تختے پر لٹا دیئے گئے تھے۔ اس وقت ایک شخص میرے پیچھے سے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر کہنے لگا (اے عمر!) اللہ تم پر رحم فرمائے اور بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تمہیں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ کو اکثر یوں فرماتے سنا تھا۔

کُنْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ.

ترجمہ۔ میں (وہاں) تھا اور ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ اور میں نے ابوبکر و عمر نے (یہ) کیا، اور میں اور ابوبکر و عمر چلے، اور میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، اور میں اور ابوبکر و عمر نکلے۔

میں نے یعنی ابن عباس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ (گواہی دینے والے صاحب) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ تھے۔

(مسلم و بخاری شریف)

۸: بہترین اعمالنامہ:۔

امام ابوحنیفہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر فاروق اعظم کی نعش پر حاضر ہو کر فرمایا۔ (رضی اللہ عنہما)

رَحِمَکَ اللّٰہُ فَوَاللّٰہِ مَا فِی الْاَرْضِ اَحَدٌ کُنْتُ اَلْقَی اللّٰہَ بِصَحِیْفَتِہٖ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْکَ۔ (کتاب الآثار۔ امام محمد)

ترجمہ۔ اللہ آپ پر (اے عمر) رحم فرمائے، خدا کی قسم اس وقت روئے زمین میں کوئی ایسا آدمی نہیں جس کا اعمالنامہ مجھے اللہ سے ملتے وقت آپ کے اعمالنامہ سے زیادہ پسند ہو۔ (یعنی میں

چاہتا ہوں کہ اللہ کے حضور پہنچوں تو میرا اعمالنامہ بھی آپ کے اعمالنامے جیسا ہو۔

۹: قبر میں کون کون اترا:

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر میں جو حضرات اُترے ان میں سیدنا علی المرتضٰی علیہم رضوان بھی شامل ہیں۔ علامہ ابن اثیر نے الکامل میں فرمایا۔

نَزَلَ فِیْ قَبرِہٖ (عُمَرُ) عثمانُ، وعَلیٌّ والزُّبَیْرُ وعبدُالرَّحمٰن بن عَوْفٍ وسعد بن ابی وقاص وعبدُ اللہ بن عُمَرَ۔

حضرت عمر کے بارے میں یہ سب گواہیاں مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما کی ہیں۔ اب بعض باقی ائمہ اہل بیت کی طرف آیئے۔

۱۰: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی

:۔ ریاض النضرہ کی ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا۔

لا اَعْلَمُ عَلِیًّا خَالَفَ عُمَرَ وَلا غَیَّرَ شَیْئًا مِمَّا مَنَعَ حِیْنَ قَدِمَ لکُوْفَۃ۔

ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ کوفہ تشریف لانے کے بعد (میرے والد ماجد) سیدنا علی المرتضٰی نے کبھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی کبھی (کسی کام میں) مخالفت کی ہو یا کسی چیز میں تبدیلی کی ہو۔

۱۱: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

سے سوال ہوا۔

مَا کَانَ مَنْزِلَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

۔ یعنی ابوبکر عمر کو حضور ﷺ سے کتنا قرب تھا؟

فرمایا: مَنْزِلَتُهُمَا السَّاعَة (یعنی جیسا اب ہے) (مسند امام احمد)

حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد ۹ میں لکھا ہے کہ دشمنان صحابہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے تو آپ نے قرآنی آیات سے فضائل صحابہ ثابت کرنے کے بعد انہیں فرمایا۔

فَقُوْمُوْا عَنِّیْ لا بارک اللہ فیکم ولا قرب دور کم انتم مستھزءُ وْنَ بالاسلام ولستم من اھلہ۔

ترجمہ۔ سویرے یہاں سے اٹھ جاؤ، اللہ تم میں برکت نہ رکھے اور نہ رحمت تمہارے گھروں کے قریب آئے۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم مسلمان نہیں۔ غور فرمائیے۔ یہ فتویٰ ہے آدم آل عبا حضرت علی بن حسین زین العابدین علی آباء و علیہ السلام کا۔

۱۲: حضرت زید

:ابن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما نے حاکم وقت کے خلاف خروج کیا تو ان کے (شیعہ) ساتھیوں نے پوچھا۔

ما تقول فی ابی بکرٍ وعمر۔

ترجمہ۔ آپ ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

فرمایا: ما اقول فیھما الا الخیر وما سمعت من اھلی فیھما الا الخیر۔

یعنی میں ان دونوں کے بارے میں بھلی بات ہی کہتا ہوں اور میں نے ان کے بارے میں اپنے بزرگوں سے کلمہ خیر ہی سنا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا شیعہ ساتھ چھوڑ گئے اور متفرق ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔

رفضونا القوم

یعنی ہمیں ساتھی چھوڑ گئے۔

تو آپ کے اس جملے سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا۔

(رَفَضُوا الرافضۃ) (عمدۃ الطالب از جمال الدین ابن عتبہ شیعی)

نیز حضرت زید رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

اَلْبراءۃُ مِنْ اَبِی بکرٍ وعمر براءۃٌ مِّن علی۔ یعنی ابوبکر و عمر سے بیزاری علی سے بیزاری ہے۔ (ریاض النضرہ)

۱۳: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انی بریٌ مِمن تبرا من ابی ابکر وعمر رضی اللہ عنہما

وارضاهما . (ریاض النضرہ)

یعنی اس سے بیزار ہوں جو ابوبکر و عمر سے بیزار ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی رہے اور انہیں راضی رکھے۔

۱۴: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ابی بکر جدی افیسب الرجل جدہ لا تالتنی شفاعتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لم اکن اتولاھما وابراء من عدوھما . (سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی)

ترجمہ۔ ابوبکر میرے نانا ہیں۔ تو کوئی اپنے نانے کو بھی گالیاں دے سکتا ہے۔ اگر مجھے ان دونوں (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما سے دوستی نہ ہو اور ان کے دشمنوں سے بیزاری نہ ہو تو (قیامت میں) حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہوں۔

ب: فضائل اہل بیت

(حضرت فاروق اعظم کی زبانی)

۱۔ داماد رسول: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔

ذاک صھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل جبرئیل علیہ السلام۔ فقال ان اللہ یا مرک ان تزوج فاطمۃ ابنتک من علی۔ (ریاض النضرہ بحوالہ ابن السمان)

ترجمہ۔ وہ نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ (یارسول اللہ!) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی لخت جگر فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں۔

۲۔ سب کے مولا: جب رسول خدا ﷺ نے حضرت علی کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور کہا میں تمام مؤمنین کا (ان کی جانوں سے) زیادہ والی نہیں ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور! یارسول اللہ۔ فرمایا

من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔ (جس کا میں مولا (یعنی مددگا) ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولا کل مسلم۔ (اے علی بن ابی طالب خوش رہے، آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا بن گئے۔) مشکوٰۃ وامالی (شیخ صدوق شیعی)

۳: مقام شیر خدا: ایک شخص حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے متعلق (مسجد نبوی میں کمی بیشی کرنے لگا۔ آپ (حضرت عمر) نے اس سے پوچھا کیا تو اس قبر والے کو جانتا ہے۔ یہ محمد ﷺ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور علی بھی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب ہیں۔

لا تزکر علیًا الا بخیرٍ فانک ان اذیتہُ ھذا فی قبرہ . (علی کو بھلائی کے بغیر مت یاد کرنا کیونکہ اگر تو نے ان کو تکلیف پہنچائی تو گویا رسول اللہ ﷺ کو جو اس قبر میں تکلیف پہنچائی۔

(کنز العمال)

۴: حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی دُعا: مختلف روایات کے مطابق

ا: کان عمر یتعوذُ باللہ من معضلۃٍ لیس فیھا ابو الحسن.

(یعنی حضرت عمر ایسی مشکل صورت حال سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ جس میں حضرت علی نہ ہو۔ (طبقات ابن سعد)

ب: قال عمر لا عشت فی امۃ لست فیھا یا ابا الحسن

(امالی طوسی شیعی)

یعنی عمر فاروق نے دعا کی۔ اے علی جس قوم میں آپ نہ ہوں میں بھی نہ رہوں۔ (رضی اللہ عنہما)

ج: ان عمر قال لا ابقانی اللہ بعدک یا علی .

(مناقب ابن شہر آشوب شیعہ)

یعنی حضرت عمر نے فرمایا، اے علی! آپ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ باقی نہ رکھے (رضی اللہ عنہما)

سب سے بڑے قاضی: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

نے فرمایا۔ اقضانا علی واقرانا ابی (الاستیاب)

ترجمہ۔ ہمارے بہترین قاضی علی ہیں اور بہترین قاری اُبَی ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ خلیفہ بنتے ہی حضرت عمر نے حضرت علی کو مدینے کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ (رضی اللہ عنہما) (البدایہ لابن کثیر)

۶۔ نسبت اہل بیت:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تو آپ نے مہاجرین سے فرمایا۔ الاتحنونی۔ (کیا تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے) فقالوا بمن یا امیر المومنین۔ (بولے امیر المومنین کس بات کی) **فقال بام کلثوم بنت علی وابنة فاطمة** بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فرمایا حضرت علی اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کرنے پر) پھر نکاح کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل نسب وسبب ینقطع یوم القیمة الا ما کان من سبی و نسبی. فاحببت ان یکون بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسب وسبب. (المتدرک)

ترجمہ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نسب وسبب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا۔ سوا میرے سبب ونسب کے۔ تو میں نے پسند کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا نسبی تعلق قائم ہو جائے۔

۷۔ حسنین کریمین کی عظمت: فتوحات کے نتیجے میں کپڑا آیا تو حضرت فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے فرزندوں کو پوشاکیں عنایت فرمائیں۔ ان میں کوئی لباس بھی آپ کو حسنین کریمین سلام اللہ علی جدھما وعلیھما کے شایان شان نظر نہ آیا تو اسی وقت یمن میں آدمی بھیج دیا۔ کہ بہترین لباس تیار کر کے بھیج دیا جائے۔ لباس آیا شہزادوں نے زیب تن فرمایا تو فرمایا۔ الآن طابت نفسی (میری طبیعت تو اب خوش ہوئی ہے) (کنز العمال، البدایہ وغیرہ)

۸۔ شہزادوں کا وظیفہ:۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وظائف تقسیم کرنے کیلئے فہرستیں بنوائیں۔ تو دونوں شہزادوں کو قرابت محبوب خدا علیہم السلام کی بنا پر بدری صحابہ کے برابر ۵،۵ ہزار درہم کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ (شرح معانی الآثار از علامہ طحاوی)

﴿بقیہ عرس ملاحظہ فرمائیں﴾

ثناخوانان مصطفی ﷺ میں جناب صوفی وکیل احمد صابری صاحب، جناب حافظ اعجاز حسین صاحب اور جناب عبدالرزاق فیض صاحب شامل تھے جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ نقابت کے فرائض حضور قبلہ آسی صاحب دامت برکاتہم عالیہ کے شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا غلام مصطفی مجددی صاحب نے سرانجام دیے۔ جن کا انداز بیان دلوں کو جلا بخشنے والا ہوتا ہے۔ دوران نقابت حضور شاہ لاثانی، حضور نقش لاثانی اور حضور نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ العزیز کی خدمت عالیہ میں منقبتی اشعار سے ہدیہ عقیدت پیش کرتے رہے۔ آخر میں معزز مہمانان گرامی وحاضرین سے اظہار تشکر میں مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنے پیر ومرشد کے نبیرہ قدس اور سجادہ نشین حضور قبلہ پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب مدظلہ العالی، حضرت پیر غلام محی الدین گیلانی شاہ صاحب، علماء کرام، مشائخ عظام اور حاضرین کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اس محفل پاک میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔

بعد ازاں آپ نے بزم لاثانی پاکستان، ماہنامہ انوار لاثانی، شیران اسلام پاکستان اور ماہنامہ الحقیقہ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ بزم لاثانی پاکستان اور ماہنامہ انوار لاثانی میرے پیر ومرشد کی طرف سے ہمارے لئے تحفہ ہیں۔ اور یہ تحفے میری جان ودل ہیں۔ جس کیلئے میرا تن من دھن حاضر ہے۔ اور میں یہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے مقابلے میں کوئی تنظیم یا رسالہ ہو۔

جب میں نے دیکھا کہ غیر مقلدین اپنے رسائل میں کھلم کھلا انبیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں اور اولیاء کرام کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور کسی میں یہ ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ان کے خلاف آواز اٹھائے تب میں نے ماہنامہ الحقیقہ کا اجراء کیا۔

کیونکہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اولیاء کرام اور ہمارے اکابرین کو کوئی گالیاں دیتا پھرے اور ہم خاموشی سے سنتے رہیں۔ شیران اسلام پاکستان خالصتاً عشق مصطفی ﷺ اور محبت اولیاء سے سرشار نوجوانوں کی ایک جماعت ہے۔ جو مشن رسالت کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانے کا عزم کیے ہوئے ہے اسکا بزم لاثانی پاکستان سے کیا مقابلہ؟ لہٰذا ان کلمات کے بعد درود وسلام پڑھا گیا اور دعائے خیر کے ساتھ ہی عرس پاک کی یہ روحانی، نورانی اور ایمانی محفل پاک اپنا نور بکھیرتی ہوئی اختتام پذیر ہوئی۔ بعد ازاں لنگر شریف تقسیم کیا گیا۔

اہل بیت کی چند تقریریں

پروفیسر محمد حسین آسی

مقام بیضا

میں پہنچ کر سیدنا امام حسین علیہ السلام اپنے اور حر کے ساتھیوں کے سامنے حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

''اے لوگو! بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کے حرام کردہ حلال کرنے والا، اللہ کے عہد کو توڑنے والا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کرنے والا اور اللہ کے بندوں میں گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والا ہو اور یہ (دیکھنے والا) اپنی طاقت کے مطابق قول یا فعل سے اسے بدلنے کی کوشش نہ کرے تو اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ اسے بھی اس (ظالم بادشاہ) کے ساتھ اس کی جگہ (یعنی دوزخ میں ڈال دے)''

''خبردار! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمن کی فرمانبرداری چھوڑ دی ہے۔ فساد برپا کر دیا ہے اور شرعی حدود کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال اور حلال کردہ اشیاء کو حرام سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس صورت حال کو بدلنے کی کوشش کا سب سے زیادہ میں حقدار ہوں۔''

(یہ ہے اپنے دور کے صادق ترین انسان کی گواہی یزید پلید کے نظام حکومت کے بارے میں۔ کیا اس کے لفظ کو جھٹلایا جا سکتا؟)

10 محرم کی رات (یعنی دسویں رات) کو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے جو خطاب فرمایا۔

(بروایت حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہترین ثناء کرتا ہوں اور دکھ سکھ میں اسی کی حمد بیان کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! میں تیرا شکر بجا لاتا ہوں کہ تو نے نبوت سے ہمارے گھر کو معزز کیا اور نصیحت سننے والے کان (حقیقت) دیکھنے والی آنکھیں اور (ایمان وعرفان والے) دل بخشے۔ تو نے ہمیں قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ سو ہمیں اپنے شکر گزار بندے بنائے رکھ۔

اما بعد! میں اس وقت کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور اچھا نہیں جانتا اور کسی کے کنبے کو اپنے کنبے سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا نہیں پاتا ہوں۔ اللہ تم سب کو میری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے۔

سن لو! مجھے یقین ہے کہ کل ان دشمنوں سے ہمارے فیصلے کا دن ہے اور میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ رات کی اس تاریکی میں چلے جاؤ۔ میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہو گی۔ ایک ایک اونٹ لے لو اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔ سو تم سب کو اللہ جزا دے پھر اپنے اپنے شہروں اور گاؤں میں بکھر جانا۔ یہاں تک کہ اللہ یہ مصیبت آسان کر دے۔ بلاشبہ یہ لوگ میرے ہی قتل کے درپے ہیں اور مجھے قتل کر لیں گے تو کسی اور کی انہیں طلب نہیں ہو گی۔

اس خطبے کے جواب میں سب نے بیک زبان عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہنے کیلئے چلے جائیں، خدا ہمیں ایسا دن نہ دکھائے۔ حضرات مسلم بن عوسجہ، سعد بن عبداللہ اور زہیر بن قین نے اس خلوص وجاں نثاری کا اظہار کیا کہ جنگ بدر سے پہلے کی مشاورت میں انصار ومہاجرین کے جذبات کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ ان ایمان افروز جوابات کی ایک ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے

حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی:- ہم آپ د

چھوڑ کر چلے جائیں تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک دشمنوں کے سینوں میں اپنا نیزہ نہ توڑ ڈالوں اور شمشیر زنی نہ کر ڈالوں۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس اسلحہ نہ بھی ہو تو بھی دشمنوں کو پتھر مار مار کر مار ڈالتا اور آپ پر قربان ہو جاتا۔

حضرت سعد بن عبداللہ حنفی :۔ خدا کی قسم ہم اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے جب تک اللہ یہ نہ دیکھ لے ہم نے حضور رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کی اولاد کی کیسی حفاظت کی ۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں ستر مرتبہ قتل ہو کر زندہ جلا دیا جاؤں گا اور میری راکھ اڑا دی جائے گی ۔ تو میں پھر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتا اور اب تو ایک مرتبہ ہی قتل ہونا اور پھر اس قتل ہونے میں بھی ہمیشہ کی سعادت ہے تو اسے کیوں نہ حاصل کروں۔

حضرت زهیر بن قین :۔ خدا کی قسم! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ اسی طرح ہزار مرتبہ زندہ اور قتل کیا جاؤں اور میرے ہزار مرتبہ قتل ہونے سے خدا آپ کی ذات اور آپ کے اہل بیت کے نوجوانوں کو بچالیتا۔

حضرت انس بن حارث نے حدیث پاک سنائی جس میں حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بیٹا اس زمین میں قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں تو تم میں جو بھی وہاں موجود ہے اس کی مدد کرے (آپ حضرت انس اسی فرمان کی تعمیل میں کربلا آئے تھے)

۱۰ محرم کی صبح کو جنگ سے پہلے اتمام حجت کے طور پر خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء وملائکہ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا:۔

لوگو! میرے حسب ونسب کو دیکھو میں کون ہوں۔ پھر اچھی طرح سے غور کرو کیا تمہیں میرا قتل اور بے حرمتی جائز وحلال ہے ۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے وصی وابن عم اور اللہ ورسول پر بہتر ایمان لانے والے کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے والد کے چچا اور جعفر شہید جنت میں اڑنے والے میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تمہیں حضور ﷺ کی مشہور حدیث نہیں پہنچی کہ آپ نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا۔ تم دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کے ٹھنڈک ہو۔ پس اگر تم میری تصدیق کہ بلاشبہ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ میں نے کبھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ ان سے پوچھو تو وہ تمہیں بتا دیں گے۔ پوچھو جابر بن عبداللہ (انصاری) ابوسعید (خدری) سہیل بن سعید یا زید بن ارقم یا انس (رضی اللہ عنہم صحابہ) سے وہ تمہیں ضرور بتائیں گے کیونکہ انہوں نے خود حضور ﷺ سے سنا ہے تو۔ اب مجھے بتاؤ کہ کیا ان میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں جو تمہیں میری خونریزی سے روکے۔

اگر تم کو میری اس بات سے شک ہے (کہ میں جنت کے نوجوانوں کا سردار ہوں) تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ خدا کی قسم! اس وقت مشرق سے مغرب تک تم میں یا دوسروں میں میرے سوا کسی نبی کا کوئی نواسہ نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ! تم میرے قتل پر کیوں تلے ہوئے ہو۔ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے یا کسی کا مال برباد کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔

وہ سب خاموش تھے۔ تو آپ نے (نام لے کر پکارا اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث! کیا تم نے خطوط لکھ کر نہیں بلایا بولے ہم نے ایسا نہیں کیا ہے، پھر فرمایا اے لوگو! جب تمہیں میں پسند نہیں تو کسی گوشہ امن کی طرف ہی جانے دو۔ (ابن اثیر طبری)

بازار کوفہ میں حضرت امام زین العابدین، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم نے جو خطبے دیئے۔ ان کیلئے شام کربلا مصنفہ حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب جلاء العیون اور مقتل ابن نما میں مذکور ہے جب اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کوفہ پہنچے تو ان کی حالت زار اور عالم بے کسی کو دیکھ کر اہل کوفہ زور زور سے رونے اور ماتم کرنے لگے۔ ان کے رونے اور ماتم کرنے دیکھ کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما نے ان کے سامنے خطبات ارشاد فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

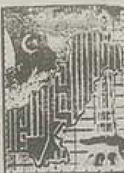
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا۔ جو جانتا ہے وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔ میں ان کا فرزند ہوں جو کنارہ فرات پر بھوکے پیاسے شہید کیئے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے ذمے نہ کسی کا خون تھا نہ انہوں نے کسی کا مال لیا تھا۔ میں ان کا فرزند ہوں جن کی ہتک عزت کی گئی۔ مال واسباب بھی لوٹ لیا گیا۔ ان کے عیال قیدی بنالئے گئے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ! کیا تم نے والدِ ماجد کو خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اور کیا تم نے ان سے عہد وپیمان نہیں کئے تھے؟ ضرور کیئے تھے؟ پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس تمہارے لئے ہلاکت وبربادی ہو۔ تم نے جہنم کی راہ اختیار کی اور اپنے لئے بہت برا راستہ پسند کیا۔ بولو! تم رسول خدا ﷺ سے کس طرح آنکھ ملاؤ گے اور کیا جواب دو گے وہ تم سے فرمائیں گے تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری حرمت کی ہتک کی تم میری امت میں نہیں ہو۔

اس وقت ہر طرف رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور کوفیوں نے کہا اب ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اے گروہ غدار و مکار تم یہ چاہتے ہو کہ تم مجھ سے بھی وہی سلوک کرو جیسا کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا ہے۔ میں تمہارے قول واقرار اور دروغ بے فروغ پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کروں گا۔ حاشا وکلا خدا کی قسم! ابھی وہ زخم نہیں بھرے جو کل ہی ہمارے پدر بزرگوار، ان کے اہل بیت اور ان کے رفقاء کے قتل سے ہونے لگے ہیں اور یہ سب کچھ تمہارے غداری وبے وفائی کی وجہ سے ہوا۔ واللہ! میرا جگر کباب ہے۔

پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''تعجب نہیں اگر حضرت حسین قتل کیے گئے اس لیے کہ ان کے بزرگ بھی جوان سے افضل تھے، قتل ہوئے تھے۔ اے کوفہ والو! خوش نہ ہو بہ باعث ان ظلموں کے جو حضرت حسین علیہ السلام پر کئے گئے۔ یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے جو بزرگوار نہر فرات پر قتل ہے۔ ان پر میری روح قربان ہو۔ جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ ان کی سزا جہنم ہے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا۔ اے بے وفا اور دغا باز کوفیو! کیا اب تم روتے اور ماتم کرتے ہو خدا تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رلائے اور تمہارا رونا اور ماتم کرنا کبھی موقوف نہ ہو تم بہت زیادہ روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو کاتے ہوئے تاگے کو مضبوط ہو جانے کے بعد جھٹکے دے کر توڑ ڈالے۔ تم نے اپنے ایمان کو دھوکے اور فریب کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ تمہاری مثال اس سبزے کی سی ہے جو نجاست کی ڈھیری پر لگا ہو تم میں بجز خودستائی، شیخی، عیب جوئی، تہمت سرائی اور لونڈیوں کی طرح خوشامد اور چاپلوسی کے کچھ نہیں۔ بلاشبہ تم بہت برے کام کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذلت حاصل کی۔ اور عیب کمایا اور جہنم کے سزاوار ہوئے۔ تمہارے ماتھے پر بے وفائی اور غداری کا داغ جو لگ چکا ہے وہ کسی پانی سے زائل ہونے والا نہیں۔ اے کوفیو! تم جانتے ہو کہ تم نے کس جگر رسول ﷺ کو پارہ پارہ کیا اور کس کا خون بہایا ہے۔ تم نے خلاصہ خاندان نبوت اور سردار جوانان اہل جنت اور منار دین و شریعت کو قتل کیا ہے۔ تم نے مخدرات عصمت وطہارت دختران خاتون جنت کو بے پردہ کیا ہے۔ اے اہل کوفہ! تم نے اپنے لئے آخرت میں بہت برا توشہ بھیجا ہے۔ خدا تعالیٰ تم پر اپنا غضب نازل کرے اور تمہیں ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل کرے۔



۲۳ مارچ کا تاریخ ساز دن

بشکریہ ۲۳ مارچ 1986ء روزنامہ نوائے وقت

چیف جسٹس (ر) سید شمیم حسین قادری

اپریل ۱۹۴۰ء میں جب بی اے کا امتحان ہونے والا تھا ساتھ ہی مسلم لیگ کے اس تاریخی اجلاس کی تیاریاں بھی جاری تھیں جس میں لاہور کے منٹو پارک (اب اقبال پارک) میں قرار داد پاکستان منظور کی گئی تھی تو میرے لئے یہ فیصلہ اگرچہ مشکل تھا کہ میں کس میں شریک ہوں تاہم کانگرس کیلئے غیر مسلموں کی پرجوش سرگرمیاں دیکھ کر میں بھی مسلم لیگ کے اجلاس کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ اس وقت کے پنجاب کے وزیراعلیٰ سر سکندر حیات نے اجلاس کو ناکام بنانے کی پوری کوشش کی۔ سب رجسٹرار لاہور خان بہادر میاں امیر الدین نے اپنی کاشتہ زرعی اراضی کو اجلاس منعقد کرنے کیلئے پیش کیا۔ ادھر سر سکندر حیات نے پنجاب کی بعض سیاسی شخصیتوں کے ذریعے قائداعظم کو آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس منعقد کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی کیونکہ ۱۹ مارچ کو ۳۱۳ خاکساروں اور حکومت پنجاب کے درمیان تصادم ہو چکا تھا۔ اندرون بھاٹی گیٹ ہونے والے اس تصادم میں پولیس فائرنگ سے بہت سے خاکسار شہید اور زخمی ہوگئے تھے۔ اسی دوران ایک خاکسار نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر بیٹی کا سر پھوڑ دیا تھا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ اسی ڈی ایس پی نے خاکساروں پر گولی چلانے کا حکم دیا تھا۔ ان حالات میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی گئی۔ شہر میں سخت کشیدگی پائی جاتی تھی اس کے باوجود قائداعظم ثابت قدم رہے اور وہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء کو مولوی فضل الحق کے ہمراہ لاہور پہنچ گئے۔ انہیں ممدوٹ ولا میں ٹھہرایا گیا۔ بعد میں قائداعظم نے میو ہسپتال میں زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ پھر وہ روزنامہ ''احسان'' میں نئی پرنٹ کا افتتاح کرنے کے بعد منٹو پارک روانہ ہوئے جہاں مسلم لیگ کا پرچم لہرانے کے بعد اجلاس منعقد ہوا۔

خوش قسمتی سے مجھے پنڈال پر قائداعظم اور ملکی شہرت کی حامل رہنماؤں مثلاً نواب زادہ لیاقت علی خاں، نواب اسماعیل خاں اور شیر بنگال مولوی فضل الحق کے قدموں میں جگہ پانے کا شرف حاصل ہوگیا۔ اس سے مجھے اجلاس کی تمام کاروائی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اجلاس میں شیر بنگال مولوی فضل الحق کی پیش کردہ مشہور قرارداد پاکستان انتہائی خوشی اور جوش وخروش سے منظور کی گئی۔ اس وقت میری اور ملک بھر سے آئے ہوئے تمام برنا وپیر کی آنکھوں میں جو چمک ان جذبات کی وجہ سے پیدا ہوئی جو شرکاء کے دلوں میں موجزن تھے، اسے الفاظ کے قالب میں ڈھالنا ممکن ہی نہیں۔ تحریک پاکستان میں یہ تاریخی قرارداد خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر مسلموں اور بدقسمتی سے بعض ضمیر فروش مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود یہ تحریک تیزی سے زور پکڑتی گئی۔ تاہم قائداعظم جو مسلمانوں کے واحد رہنما کی حیثیت اختیار کر چکے تھے ان کی بے لوث اور ان تھک مساعی سے سات سال کے مختصر عرصے میں تحریک پاکستان کو کامیابی نصیب ہوئی۔ علامہ محمد اقبال مرحوم نے قائداعظم کو ان شاندار الفاظ میں تحسین پیش کیا۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۷ واں سالانہ اجلاس پورے جوش وخروش کے ساتھ شروع ہوا۔ منٹو پارک میں ہزاروں لوگ جمع ہوئے۔ پنڈال کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ بعد دوپہر حضرت قائداعظم تشریف لائے جنہیں

سید حا پنڈال تک لے جایا گیا۔ نواب ممدوٹ نے اجلاس کا خیر مقدم کیا اور بتایا کہ گزشتہ چند برسوں میں مسلم لیگ نے سب سے بڑی کامیابی حاصل کی ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا وہ حصہ جس کا تعلق وفاق سے تھا معطل کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر حضرت قائداعظم نے اپنی فی البدیہہ صدارتی تقریر میں مسلم لیگ کی گزشتہ چند ماہ کی سرگرمیوں کا خلاصہ پیش کیا اور مختلف کانگرسی رہنماؤں کے بیانات پر تبصرہ کیا۔ آپ نے فرمایا گاندھی کہتا ہے۔

"میرے لئے ہندو مسلمان، پارسی، ہریجن، سب برابر ہیں۔ میں غیر سنجیدہ نہیں ہو سکتا" لیکن میرے خیال میں گاندھی غیر سنجیدہ ہے۔

گاندھی کہتا ہے کہ مسٹر جناح میرا بھائی ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ برادر گاندھی کے تین ووٹ ہیں جبکہ میرا صرف ایک ووٹ ہے۔ (قہقہہ)

گاندھی کہتا ہے۔۔۔۔۔۔

"مجھے خوشی ہوگی اگر مسٹر جناح مجھے اپنی جیب میں رکھ لیں"

میں نہیں جانتا کہ اس کی اس تازہ ترین پیش کش کا کیا جواب دوں۔

قائداعظم نے کہا کہ "مسٹر گاندھی دیانت داری سے اب اس بات کا اعتراف کیوں نہیں کر لیتا کہ کانگرس صرف ہندوؤں کی جماعت ہے۔ اور وہ سوائے ہندوؤں کے اور کسی کی نمائندگی نہیں کرتا۔ مسٹر گاندھی کو اپنے اس اعتراف پر فخر ہونا چاہیئے جیسے مجھے یہ تسلیم کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں ہوئی کہ میں مسلمان ہوں۔ میرے خیال میں اب تو اندھوں کو بھی دکھائی دے رہا ہے کہ مسلم لیگ کو ہند کے تمام مسلمانوں کی ٹھوس حمایت حاصل ہے۔ مسٹر گاندھی ایسا کیوں نہیں کرتے کہ وہ ایک ہندو لیڈر کی طرح ہندوؤں کی نمائندگی کریں اور میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ان سے ملاقات کروں"۔

قائداعظم نے فرمایا جہاں تک حکومت برطانیہ کا تعلق ہے اس کے ساتھ ہمارے مذاکرات بھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے کئی نکات پر ہم نے یقین دہانی چاہی ہے تاہم ایک نکتے پر کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔ جو یہ ہے۔ جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء سے قطع نظر انڈیا کے مستقبل کے آئین کے بارے میں اس مطالبے میں تمام مسائل کا از سر نو جائزہ لیا جانا چاہیے۔ ہمارے اس مطالبے پر ہز میجسٹی کی حکومت کی طرف سے وائسرائے نے جو جواب دیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں اس طرح ہے

"آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ اکتوبر کی ۱۳ تاریخ کو میں نے ہز میجسٹی حکومت کی منظوری سے جو اعلان کیا تھا اس سے یہ بات خارج نہیں کہ ایکٹ ۱۹۳۵ء کے کسی بھی حصے یا جس پالیسی اور پلان پر یہ ایک مبنی ہے اس کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔"

قائداعظم نے فرمایا کہ جہاں تک دیگر معاملات کا تعلق ہے ان کے بارے میں مذاکرات جاری ہیں۔ ان میں اہم نکات یہ ہیں۔ ہز میجسٹی کی حکومت کی طرف سے انڈیا کے مستقبل کے آئین کے بارے میں ہماری منظوری اور رضامندی کے بغیر کوئی اعلان نہ کیا جائے اور نہ ہی ہماری منظوری اور رضامندی کے بغیر کسی جماعت سے کسی سوال پر کوئی سمجھوتہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ عارضی فیصلہ بھی مسلمانوں کی منظوری اور رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو انڈیا کے مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے۔ لہٰذا اس ضمن میں کوئی غلط فہمی نہ رہے، البتہ کچھ عرصے سے ایک مسئلے پر مجھے تشویش لاحق ہے۔ آپ لوگ بھی اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور وہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ ہے۔ میں نے گزشتہ چھ ماہ کے دوران اسلامی تاریخ وقانون کا بغور مطالعہ کیا ہے جس سے مجھے یہ خیال آتا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد نہ ممکن ہے۔ نہ قابل عمل ہے۔

(باقی پیچھے صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

قاتلانِ حسین کا انجام

سید سعادت علی قادری

وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ کے اس فیصلے کا اعلان ہے کہ ظلم کرنے والا اپنی ظاہری ومادی طاقت کے ذریعے کچھ دیر کیلئے فاتح اور کامیاب ہو کر خوش ہو جاتا ہے لیکن اس کو بہت جلد ظلم وستم کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اس فیصلے کی بنیاد پر تاریخ سے ثابت ہے کہ نواسہ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے رفقاء اور اہل بیت کرام پر جن لوگوں نے ظلم وستم اور انسانیت سوز برتاؤ کیا ان کا انجام نہایت ہی عبرت ناک ہوا چند ظالموں کا اس وقت ذکر کیا جاتا ہے تا کہ ہر ظلم کرنے والا عبرت حاصل کرے اور امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنے والوں کو قدرے سکون ہو۔

حارث جس نے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کو انعام کے لالچ میں نہایت ہی بے دردی سے شہید کیا تھا وہ جب ان صاحبزادوں کے سر عبید اللہ ابن زیاد کے دربار میں لے کر پہنچا اور عبید اللہ کے سامنے اس نے سروں کو رکھتے ہوئے کہا کہ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کر دی اور اب تو مجھے وہ انعام دے جس کا وعدہ کیا تھا بجائے انعام ملنے کے اس وقت حارث کا انجام یہ ہوا کہ عبید اللہ اس پر سخت ناراض ہوا کہ میں نے تجھے ان بچوں کو شہید کرنے کو نہیں بلکہ گرفتار کرنے کو کہا تھا۔ اب اگر یزید نے مجھ سے بچے طلب کئے تو میں کیا جواب دوں گا۔ حارث نے عبید اللہ ابن زیاد سے سخت باتیں کیں عبید اللہ نے فوراً کہا حارث کو جس کا دل چاہے دربار سے لے جائے اور قتل کر ڈالے یہاں ایک نیک دل بزرگ حضرت مقاتل موجود تھے انہوں نے حارث کو لیا اور حضرت مسلم ابن عقیل کے صاحبزادوں کے سر بھی ساتھ لئے اور اعلان کرایا کہ حارث کا انجام دیکھنے کیلئے کوفے کے لوگ جمع ہو جائیں۔ آپ حارث کے ساتھ ایسی جگہ پہنچے جہاں اس نے بچوں کی جان لی تھی۔ کوفے والے اس عبرت ناک منظر کو دیکھ رہے تھے کہ حضرت مقاتل نے حارث کے ہاتھ پیروں میں کیلیں ٹھکوائیں جسم کے ٹکڑے کر دیئے اور جب حارث تڑپ کر مر گیا تو اس کو ایک گڑھے میں دبا دیا۔

حارث کا یہ عبرت ناک انجام درحقیقت عبید اللہ ابن زیاد کیلئے ایک تازیانہ تھا کہ جب دو بچوں کے قاتل کا یہ انجام ہوا تو اگر حضرت امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا گیا تو ظالموں کو کتنی سخت سزا ملے گی لیکن عبید اللہ تو حکومت وطاقت کے نشے میں تھا وہ یہ کب سوچ سکتا تھا کہ ظلم کی سزا اس کو بھی ملے گی۔

محکم ابن طفیل، صفوان، قدامہ، بختری یوسف یہ سب اور ان جیسے بہت بہادر عبید اللہ ابن زیاد کے لشکر میں شامل تھے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلے کیلئے دولت وحکومت کے لالچ میں آئے تھے۔ لیکن وہب ابن عبد اللہ کلبی، حر بن یزید ریاحی، عبد اللہ ابن مسلم، علی اکبر اور ان جیسے جانثاروں اور اسلام کے محافظوں نے میدان جنگ میں بھی ان ظالموں کے ٹکڑے کر ڈالے اور ان کے وہ تمام ارمان جو دلوں میں لئے ہوئے میدان جنگ میں آئے تھے کچل دیئے گئے اور ان کے علاوہ لشکر کے سرداروں اور لیڈروں کو بے حد ذلت خواری نصیب ہوئی۔

جب امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہداء کے سر یزید کے دربار میں پہنچے تو ہر ایک کو انعام کی توقع تھی، بشیر ابن مالک نے

حضرت امام کا سر یزید کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ میں نے تجھے خوش کرنے کیلئے اس دور کے سب سے بہترین انسان کا سر تیرے دربار میں پیش کر دیا اب مجھے پورا پورا انعام ملنا چاہیے لیکن یزید نے کہا کہ اگر تو ان کو سب سے بہتر جانتا ہے تو تو نے ان کو کیوں شہید کیا تو انعام کا مستحق نہیں بلکہ سزا دینے کے لائق ہے یزید نے فوراً جلاد کو حکم دیا کہ گردن اڑا دی جائے بشیر ابن مالک، اپنے کئے پر پچھتایا اور خدائی فیصلے کے مطابق ظالم کو سزا ملی تو جلاد نے ایک ہی وار میں بشیر ابن مالک کی گردن اڑا دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے یزید کا مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ وہ تو یہ چاہتا تھا کہ امام حسین اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تاکہ اس کی عزت زائد ہو لیکن اب حضرت امام کی شہادت کے بعد لوگوں کی نظروں میں یزید اور بھی گر گیا اور اس کو عام طور پر ظالم کہا جانے لگا اس نے شہادت امام سے اپنی بیزارگی اور لاتعلقی ظاہر کرنے کیلئے وعدے کے مطابق کسی کو کوئی انعام نہ دیا بلکہ امام حسین کے بقیہ خاندان کی عزت اور احترام کرنے لگا۔ اس طرح اس کی زندگی کا باقی حصہ نہایت ہی پریشانی اور کوفت میں گزرا اور ربیع الاول ۶۴ھ میں نہایت ہی ذلت کی موت مرا۔

یزید کی موت کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں مختلف طریقے سے لکھے گئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ اپنے دوست سرحون ابن منصور کے ساتھ شکار کرنے جا رہا تھا کہ ایک عیسائی پادری کے مکان کے سامنے سے گزرا پادری کی لڑکی جو نہایت حسین و خوبصورت تھی اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی یزید کی اس پر نظر پڑی تو دیوانہ ہو گیا اور اس لڑکی کو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا اور اپنے دل کا حال اپنے دوست سرحون کو بتایا لیکن سرحون خود اس لڑکی پر عاشق ہو چکا تھا اور اسکو اپنے لئے چاہتا تھا سرحون نے اس لڑکی سے تعلق قائم کر کے سارا حال بتایا اور کہا کہ یزید بہت آوارہ مزاج ہے اور حاکم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اپنی حکومت کے ذریعے حاصل کرلے لہٰذا تو اپنی حفاظت کا انتظام کرلڑکی بہت سمجھدار تھی اس نے سرحون سے کہا ایک دن تم یزید کو مجھ سے ملاقات کرانے کے بہانے یہاں لے آو سرحون یزید کو لے کر لڑکی کے گھر پہنچا لڑکی نے یزید کو علیحدہ بلا کر کہا میں تمہارے ساتھ تفریح کیلئے جانا چاہتی ہوں لیکن تم اکیلے آ کر مجھے لے جاؤ یزید کا تو مقصد ہی یہی تھا دوسرے دن یزید تنہا آ گیا لڑکی تیار ہو کر اس کے ساتھ ہو لی اب یہ دونوں شہر سے دور ایک پر فضا مقام پر پہنچ گئے لڑکی نے اس سے محبت کی باتیں کیں یزید شراب پیتا جا رہا تھا اور لڑکی سے آوارگی کی باتیں کر رہا تھا لیکن شراب و عشق کے نشے میں مست ہو کر اسے اپنے انجام کا کوئی خیال تک نہ آیا لڑکی نے جب اسکی بدمستی کا اندازہ لگا لیا تو بڑی تیزی سے اسی کی تلوار نکال کر اس پر بھرپور حملہ کیا پہلے ہی وار میں یہ بے قابو ہو گیا لڑکی اس کے سینے پر سوار ہو کر بولی ظالم تو نے اپنی نبی کے نواسے سے وفا نہیں کی تو میں اپنی زندگی تجھے کس اُمید پر سپرد کر سکتی ہوں آج تجھے اپنے ظلم کا بدلہ ملتا ہے لڑکی نے اس کے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے اور گھوڑے پر سوار ہو کر گھر پہنچ گئی یہاں کسی کو پتہ نہیں تھا کہ یزید گیا کہاں درباریوں نے تلاش شروع کر دی۔

سرحون نے خیال ظاہر کیا کہ یزید شاید اس لڑکی کے ساتھ کہیں چلے گئے ہوں گے گھر آ کر دیکھا تو لڑکی موجود ہے اس سے یزید کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں درباریوں نے تلاش شروع کی شہر سے باہر نکل کر دیکھا تو ایک جگہ بہت سے مردار کھانے والے جانور چیل، کوے اور کتے جمع ہیں خیال کیا کہ یہاں کوئی مردہ پڑا ہوگا قریب آ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یزید کا آدھے سے زائد جسم جانوروں کی خوراک بن چکا ہے ان لوگوں نے شہر سے باہر اسی جگہ یزید کو گڑھا کھود کر دفن کر دیا اس ظالم کا انجام جس نے اپنی عزت و حکومت کیلئے میدان کربلا میں خاندان نبوت پر ظلم کرائے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر سب

سے زیادہ ظلم عبیداللہ ابن زیاد نے کیا تھا اس نے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ ان کے صاحبزادوں اور ہانی ابن عروہ کو شہید کرایا تھا۔ اسی نے حضرت امام کے مقابلے کیلئے عمرو بن سعد کی قیادت میں ایک زبردست لشکر میدان کربلا میں بھیجا اور عمرو بن سعد کو حکم دیا کہ ''حسین اور ان کے اہل بیت کے پاس دریائے فرات کا پانی نہ پہنچے اور ہر طرح سے ان کو پریشان کرو حضرت امام کی شہادت کے بعد جب تمام سر عبیداللہ کے دربار میں پہنچے تو یہ ظالم ایک چھڑی لے کر بار بار حضرت امام کے منہ پر مار رہا تھا اور دربار میں اس وقت حضرت زید ابن ارقم صحابی بھی موجود تھے ان سے نہ رہا گیا انہوں نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر کہا اے ظالم اس چھڑی کو ہٹالے قسم خدا کی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول خدا ﷺ اس چہرے کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اس ظالم نے امام حسین کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا ''خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں ذلیل اور غارت کر کے تمہارے خاندان کو خوار کر دیا'' حضرت زینب نے ہمت کے ساتھ جواب دیا'' خدا کا شکر ہے کہ جس نے اپنے نبی کے خاندان میں ہمیں پیدا کیا اور ہمیشہ کیلئے پاک وصاف کر دیا'' عبیداللہ نے حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد جامع مسجد کوفہ میں ایک بڑا جلسہ کیا اور اس میں کہا'' خدا کا شکر ہے کہ اس نے امیر المومنین یزید اور اس کی جماعت کی مدد فرمائی اور کذاب ابن کذاب حسین ابن علی (معاذ اللہ) اور اس کے ساتھیوں کو غارت کیا اور اس کے علاوہ بھی اس نے ظلم وستم میں کوئی کمی نہ کی لیکن ابھی اس نے اطمینان کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ اس کی ذلت وخواری کا دور شروع ہوا۔

عمرو ابن سعد اور عبیداللہ ابن زیاد دونوں میں قتل حسین کے بارے میں اختلاف ہونے لگا عبیداللہ ابن زیاد کے بھائی عثمان ابن زیاد نے کہا قتل حسین سے تو یہ بہتر تھا کہ زیاد کا پورا خاندان ہمیشہ غلام بنا رہتا اس کی ماں مرجانہ نے کہا'' اے ابن زیاد تو نے ابن رسول اللہ کو قتل کر دیا تجھے جہنم سے نکل کر بھی جنت نصیب نہ ہوگی۔'' جب یزید کے دربار میں شہداء کے سر پہنچے اور اس نے ظلم وستم کی تفصیل سنی تو اپنے بے قصور ہونے کا اظہار کرتے ہوئے کہا'' بغیر قتل حسین کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا اب سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین پر ظلم نہ ہونے دیتا۔''

اس طرح عبیداللہ ابن زیاد بھی یزید کی طرح دن بدن ذلیل وخوار ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ یزید کی موت کے بعد ۶۴ھ میں مروان کے نمائندے کی حیثیت سے موصل پر قبضہ کرنا چاہا تو کوفے سے مختار ثقفی نے اس کے مقابلے کیلئے زبردست فوج روانہ کی اس جنگ میں اس کے بہت سے فوجی اور یہ خود مارا گیا مختار کی فوج نے کہا اتنی لاشوں میں اس کو کیسے پہچانا جاسکتا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ران میں ایک زخم ہے۔ جس سے سخت بدبو آتی ہے۔

یہ زخم عبیداللہ ابن زیاد کے اس وقت ہوا تھا جب اس نے امام حسین کے سر کو اپنے ہاتھ میں اٹھایا تھا سر سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا۔ جو بندوق کی گولی کی طرح عبیداللہ کی ران سے پار ہو کر زمین میں گھس گیا اس کے اس زخم سے اتنی بدبو آتی تھی کہ اگر وہ تیز خوشبو استعمال نہ کرے تو کوئی اس کے پاس بیٹھ نہیں سکتا تھا غرضیکہ اس زخم سے عبیداللہ کی لاش کو تلاش کر کے نکالا گیا ابراہیم اشتر نے اس کا سر کاٹ دیا اور جسم کو جلا دیا خدا کی قدرت دیکھئے عبیداللہ کا سر مختار ثقفی کے دربار میں آیا اور مختار اس جگہ بیٹھا تھا جہاں عبیداللہ بیٹھا کرتا تھا اور عبیداللہ کا سر اس جگہ رکھا تھا جہاں آج سے تقریباً چار سال پہلے عبیداللہ کے سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تھا عبیداللہ کے ساتھ اس کے ساتھیوں کے کچھ سر بھی مختار کے دربار میں موجود تھے ابھی یہ سر یہاں رکھے ہوئے ہی تھے کہ ایک سانپ ظاہر ہوا جو تمام سروں کو سونگھتا ہوا عبیداللہ ابن زیاد کے سر پر آیا اور منہ میں گھس کر ناک سے باہر آیا اور کئی مرتبہ اسی طرح کر کے سر کے اندر غائب ہو گیا۔

مختار ثقفی نے عبیداللہ ابن زیاد کے بعد ان تمام ظالموں کی

تلاش شروع کرادی۔ جنہوں نے حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کئے تھے اور اب یہ ظالم کوفے میں اسی طرح چھپتے پھرتے تھے جس طرح مسلم بن عقیل کو چھپنا پڑا تھا۔

عمرو ابن سعد بھی مختار کے دربار میں حاضر ہو گیا یہ وہی شخص تھا جو میدان کربلا میں عبیداللہ ابن زیاد کی فوج کا سپہ سالار تھا اور عبیداللہ نے اس کو رے کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا یہ اگرچہ مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لڑکا تھا۔ لیکن بدنصیب نے حکومت کے لالچ میں اپنی عاقبت برباد کرلی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا پیاسا ہو گیا اس کو اس بات پر فخر تھا کہ میدان کربلا میں امام حسین پر سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" غرضیکہ مختار ثقفی نے اس کی تلاش شروع کرادی پہلے اس کے بیٹے حفص کو دربار میں لایا گیا مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے حفص نے کہا میرے باپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے وہ کہیں نہیں نکلتا مختار نے کہا اب وہ گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد کے زمانے میں اس نے رے کی حکومت کیلئے نواسہ رسول کا سر کاٹ دیا مختار نے عمرو ابن سعد کو گرفتار کر کے اپنے دربار میں بلایا اور اس کی نظروں کے سامنے پہلے اس کے بیٹے کو قتل کرایا اور پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر عبرت ناک سزا دی جس میں عمرو بن سعد مر گیا دونوں کے سر کٹوائے اور عمرو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یہ حسین ابن علی کا بدلہ ہے اور حفص کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ یہ علی اکبر کا بدلہ ہے۔

شمر ذی الجوشن بھی انہی ظالموں میں سے ایک تھا مختار نے جب اس کی تلاش شروع کرائی تو اس نے کوفے سے بھاگنے کی کوشش کی مختار نے اس کے پیچھے اپنے سپاہی دوڑائے جنہوں نے اس کو ایک جنگل میں جا کر پکڑا اور قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو کتوں کے سامنے ڈال دیا جنہوں نے سپاہیوں کے سامنے ہی اس کے جسم کی بوٹی بوٹی کر ڈالی۔

خولی ابن یزید، سنان ابن انس، ابن نمیر، عمرو ابن حجاج، عثمان ابن خالد یہ سب وہ خاص خاص لوگ ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت پر سخت ظلم کئے تھے لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ ان سب کی موت نہایت ہی عبرت ناک ہوئی قاتلان حسین میں سے تو بعض ایسے سخت امراض میں مبتلا ہوئے کہ پیاس پیاس کرتے ہوئے ہی ہلاک ہو گئے۔

بہر حال یہ واقعات اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں پر ظلم تو ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن ظالم کو بھی ضرور دنیا اور آخرت میں ذلت وخواری اور سخت سزا ملتی ہے ظلم ایک ایسا عیب ہے جو بظاہر کامیابی وکامرانی کا ذریعہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ عیب جس شخص یا جس قوم میں بھی پیدا ہو جائے اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس عیب سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

علی پور سیداں شریف کی اداس فضائیں

گزشتہ دنوں غم والم میں ڈوبی علی پور سیداں شریف کی فضائیں اور ہوائیں یہ بتا رہی تھیں کہ حضور قبلہ عالم پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ رابعہ عصر طیبہ طاہرہ اس دار فانی سے کوچ فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جلہ سلطانہ مائی صاحبہ کے درجات مزید بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور صاحبزادگان والا ذیشان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ختم چہلم

مورخہ 22-مارچ 2002 . بروز جمعۃ المبارک چہلم شریف کا ختم پاک بمقام دربار عالیہ علی پور سیداں شریف (نارووال) میں ہوگا۔ تمام برادران طریقت اس نورانی، روحانی محفل پاک میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ [illegible]

عرس شہنشاہِ ولائیت

شمس الدین نقشبندی

17-فروری 2002 بروز اتوار صبح دس بجے تا ظہر آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینیہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ میں امام الواصلین، محبوب سبحانی، شہباز لامکانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی، قطب الاقطاب، شہنشاہ ولایت حضرت پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی اور فخر العارفین، عمدۃ الکاملین حضرت پیر سید عابد حسین شاہ نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ النورانی ان تینوں نفوس قدسیہ کا سالانہ عرس مبارک انتہائی عقیدت واحترام اور شان وشوکت سے منایا گیا۔ جس کی صدارت پیر طریقت، رہبر شریعت، جگر گوشہ، حضور نقشہ نقش لاثانی پیر سیّد ظفر اقبال شاہ مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار حضور شاہ لاثانی، حضور نقش لاثانی اور حضور نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ العزیز علی پور سیداں شریف نے فرمائی۔ عرس پاک کی اس روحانی، ایمانی، ایقانی اور وجدانی محفل پاک کی سرپرستی مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرمارہے تھے۔ فخر السادات حضور قبلہ پیر سیّد غلام محی الدین گیلانی مدظلہ العالی بطور مہمان خصوصی پہلی مرتبہ شرکت فرما کر عرس پاک کی رونق اور شان وعظمت میں اضافہ فرمایا۔ اسی لیئے جناب پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے اظہار تشکر میں فرمایا کہ ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے کہ جناب قبلہ گیلانی صاحب نے اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود کچھ وقت نکال کر ہماری اس محفل پاک کو رونق بخشی ہے۔ اور ہمارے حوصلوں کو بلند کیا ہے۔ ہم آپکے نہایت شکوگزار ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ آئندہ بھی حضور قبلہ گیلانی صاحب ہماری اس محفل پاک میں ضرور شرکت فرمایا کریں گے۔

عرس مقدس میں دور ونزدیک سے جید علماء کرام، مشائخ عظام، قراء حضرات، ثناخوانان مصطفی ﷺ، عقیدتمندوں، ارادتمندوں اور مریدین کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔ خوبصورت رنگ برنگی جھنڈیوں سے آراستہ پنڈال عقیدتمندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ قراء حضرات اور ثناء خوانان مصطفی ﷺ نے اپنی سُریلی آوازوں سے حاضرین پر سحر طاری کر دیا۔ علماء کرام نے اپنے اپنے خطابات میں عظمت مصطفی ﷺ اور شان اولیاء کے موضوعات پر روشنی ڈالی اور اپنی شیریں بیانی اور شعلہ بیانی سے حاضرین سے خوب دادِ تحسین حاصل کی۔ مفتی پاکستان حضرت علامہ مفتی غلام قمر الدین سیالوی صاحب (جو حضور نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر خطیب ہیں) کا آخری خطاب بڑا تحقیقی اور دلوں کو موہ لینے والا تھا۔ عظمت مصطفی ﷺ اور شانِ اولیاء پر سیر حاصل تقریر فرمائی۔ جسے سن کر حاضرین عش عش کر اٹھے۔ مفتی صاحب اکثر اپنی تقاریر اور عام گفتگو میں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ دربار عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف کی ملک بھر کے آستانوں میں ایک انفرادی حیثیت یہ بھی ہے کہ یہاں پر جس عالم نے بھی خطاب فرمایا اُسے شہرت دوام نصیب ہوئی۔ اور جتنی محبت وعقیدت انکے مریدین میں پائی جاتی ہے۔ اتنی کسی اور آستانے کے مریدین میں دکھائی نہیں دی۔ دیگر علماء کرام میں حضرت علامہ بدر منیر گلفام صاحب، حضرت علامہ محمد صدیق ضیاء صاحب، حضرت علامہ محمد افضل قادری صاحب، حضرت علامہ محمد نواز صاحب (جو ڈسکہ سے ایک قافلہ لے کر تشریف فرما ہوئے تھے۔) حضرت علامہ محمد امجد صاحب اور جناب محمد عارف صاحب (جو سیالکوٹ سے قافلہ لے کر عرس مقدس تشریف فرما ہوئے۔) علاوہ ازیں شیران اسلام پاکستان کے مرکزی امیر مجاہد اہلسنت پاسبان ختم نبوت جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے بھی سیالکوٹ سے خصوصی شرکت فرمائی تھی۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۳۸ پر)

شہید اعظم

﴿علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ﴾

آں امام عاشقاں ،پُور بتول
سروِ آزاد زبُستانِ رسول

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

نقشِ الااللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوانِ نجات مانوشت

سرِ ابراھیم واسماعیل بُود
یعنی آں اجمال را تفصیل بُود

بہرآں شہزادہ خیر الملل
دوش ختم المرسلین نعم الجمل

موسیٰ وفر عون و شبر و یزید
ایں دوقوت از حیات آمد پدید

دشمنان چوں ریگ صحرا لا تُعد
دوستانِ او ''یزداں'' ہم عدد

تا قیامت قطع اِستبداد کرد
موج خون اُوچمن ایجاد کرد

اے صبا اے پیک دور اُفتاد گاں
اشک ما بر خاک پاک اُورساں

"ماهنامه مجلة الحقيقه" شکر گڑھ، رجسٹرڈ نمبر سی پی ایل=590

کرشمہ قدرت

26-رمضان المبارک، 12-دسمبر 2001ء بروز بدھ سحری کے وقت کلیر اونچا نزد علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں **محمد نثار احمد مستری** کے گھر کھانا پکاتے وقت دو روٹیوں پر اسم "**یا اللہ**" اور اسم "**محمد**" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدرتی طور پر نظر آنے لگے۔ جسکی زیارت کیلئے دور و نزدیک سے لوگ جوق در جوق تشریف لا رہے ہیں۔

ذیل میں ان دو روٹیوں کی تصویریں ہیں ایک پر اسم "**یا اللہ**" اور دوسری پر اسم "**محمد**" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح نظر آ رہے ہیں۔





